

تعارف مرکز فکر اسلامی

ہندوستان میں اسلام اور مسلمان دونوں خطرناک دور سے گزر رہے ہیں ایک طرف مسلمانوں کو طرح کی سازشوں کا سامنا ہے تو دوسری طرف علمی نگری اور تہذیبی ہر اعتبار سے اسلام پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کا اس سے رشتہ منقطع کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں ایسے وقت میں غفلت کے بجائے بیدار منبری اور ہوشیاری سے ہر محاذ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کی کوشش اور ہر پہلو سے مسلمانوں اور اسلام کو طاقت ور بنانے کی ضرورت ہے۔ جن نئے حالات جس نئے تہذیبی حملہ اور جن مکارانہ سازشوں کا ہمیں سامنا ہے۔ ان کو بے نقاب کرنے اور اپنے سربراہ ایتانی اور دولت اسلامی سے واقف کرانے کے لئے ہی ”مرکز فکر اسلامی“ کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ فی الحال ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ وقت کے اٹھتے ہوئے مسائل پر مسلمانوں کے اندر خدا اعتمادی پیدا کرنا اور ان کے اسلام کی غفلت سے متعارف کرائیں اس لئے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ مختصر انداز میں ایسے مسائل پر سہ ماہی سلسلہ کا آغاز کر دیں انشاء اللہ ہر ششماہی پر ہم اپنے ادارہ کی طرف سے وقت کے کسی اہم موضوع پر اسلام اور مسلمانوں کے تعارف کا فرض انجام دیتے رہیں گے۔ اس کے ساتھ ہمارے پیش نظر یہ بھی ہے کہ جلد ایک ماہنامہ رسالہ کا اہتمام کیا جائے جس کا مقصد نہ تجارت ہوگا اور نہ ہی اپنیوں یا غیروں کے کام و دھن کی لذت میں اضافہ، بلکہ اس کے ذریعہ ہمارے کوشش ہوگی کہ مسلمانوں میں آہستہ آہستہ خود اعتمادی پیدا ہوود حقیقت پسندی کے ساتھ حالات کا صحیح جائزہ لیں اور اسلام کو ایک انقلابی طاقت کے روپ میں پیش کرنے کے قابل ہو سکیں۔ مقصود انتہائی نیزی

فہرست مضامین

پیش لفظ

(۱) آفتاب نبوت کا طلوع

مکہ میرا قانون اسلامی

غیر اسلامی اقتدار کے باوجود

تاتاریوں اسلامی سے بچنے والے

اسلامی قانون کا مقصد

مسلم پرسنل لائیکریزوں اور پوئین کے عہد میں

اقلیتیوں مسلم اقتدار میں

جزیہ

(۲) مسلم پرسنل لا سے کیا مراد ہے

خزائی قانون

شروع سے یہی قانون چلا آتا ہے

قانون میں ارتقاء و تبدیلی

قانون کا آخری لباس

۱۹ مسلمان باقی رہنے کی صورت میں

۲۰ (۳) سرچشمہ و قانون اسلامی

۲۰ قرآن

۲۰ سنت رسولؐ

۲۱ ان دونوں کی حفاظت

۲۱ اجماع امت

۲۲ صحابہ کی اہمیت

۲۳ صحابہ کی تاریخی حیثیت

۲۴ یہ تینوں ماخذ

۲۵ بنیادی تفصیلات پر مسلمانوں کا اتفاق

۲۶ اجتہاد

۲۷ دو قسمیں

۲۹ اجتہاد کی اہلیت

۲۹ مجتہد اگر کج ہو

۳۰ اجتہاد پر ذخیرہ کتب

۳۱ (۴) مسلم پرسنل لا کے خاص خاص مسائل

۳۲ فلسفہ ازدواج کے چھ اصول

۳۵ کئی بیویاں رجسٹرڈ یا نان رجسٹرڈ

۳۷	تعدد ازواج کی حکمت
۴۱	عمر نکاح
۴۵	نکاح نابالغان
۴۶	فسخ نکاح
۴۸	برقعہ کنٹرول
۴۹	وراثت
۵۰	لڑکی کا حصہ
۵۱	وصیت
۵۲	پوتے کی وراثت
۵۴	وقف
۵۵	جہانزادہ

(۵) مسلم پرسنل لا کی بہت دینی قانون کا سفر ۵۶

(۶) مسلم پرسنل لا - سیاست کی زد میں ۵۸

۶۱ برقعہ کنٹرول ایک بھیاں سازش
۶۳ ایک لطیفہ



۷
بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

جولوگ ہندوستان کی ایک بڑی تعداد کو ”چتوت“ اور ناپاک قراردادیکہ معاشرہ کو
ذاتوں میں تقسیم کر کے ظلم کی ناؤ کھینے میں مصروف ہیں وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اس میں کو
جس نے اسے بلند حوصلہ اور عزم جواں دیا ہے۔ اور جس کی تعلیمات، بھائی چارہ کی اور محترم
انسانیت سے بھری ہوئی ہیں ترک کر دے اور اپنی زندگی کا نظام ترقیب دینے کے لئے ان
”ت“وں کی محنت دیکھے جو ہزار ہزار فسادات برپا کر چکے ہیں جن کے سامنے مسلمان طوڑوں
پھولے۔ جوان بوشے اور غریب مسلمانوں کی نعیشیں مظلومیت کے خون میں ہر بہانہ توڑتی
رہیں۔ قاتل نامعلوم اور قانون بے دست و پا رہا حرکت میں آیا تو غریب مسلمانوں کو ہی
”مجرم“ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان تمام حرکتوں کے بعد مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی
کا دعویٰ اور نعرہ لیکر یہ لوگ اب چاہتے ہیں کہ مسلم پرسنل لا کو بدل دیا جائے۔ وہ
کہتے ہیں کہ مسلمان مجبور ہے۔ اس لئے خاموش رہے گا بخد دل ہے۔ چون و چرا نہ کرے گا۔
ہقوق ہے۔ اس لئے ان کا احسان مانے گا اور فائدہ مست ہے اس لئے مسلمانوں کے
عالمی قانون میں اسی تبدیلی کے لئے کراہے کے ایسے ”ٹوڑ“ بھی فراہم کر دے گا جو ان کی
آواز میں آواز ملاتے رہیں

مسلمانوں کو فریب دینے والی یہ قسم، مڑھوک صفت ہو یا محمد علی کریم بھائی
چھاگلہ اور نور الحسن جیسی۔ ان کے اپنے اپنے مقاصد ہیں جن سے ہمیں سروکار نہیں۔ لیکن
جن مسموم اور تباہ کن ”قانون“ کا نہیں سامنا ہے ہم ان سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ مسلمان
اپنی ہستی کو مرج حواریت کے سپرد کر دے اور آہ نہ کرے یہ ممکن نہیں۔

عد روزنامہ المجمعۃ دہلی مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۷۲ء

اس ضرورت کے پیش نشتر رسالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ مسلم پرسنل و کیا ہے۔ اس کی مکشیں اور غیروں کی سازشیں سب کو مختصر و در عظم ہم انداز ہیں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ مسلم پرسنل کا "گاتھارت" دور اس کی انکسار آگاہی کے مسئلہ میں یہ رسالہ مفید ثابت ہوگا۔

اس موقع پر میرے لئے خوشی اور سعادت کی بات ہے کہ حضرت والدہ محترمہ مولانا مفتی محمد ریاست رحمۃ اللہ صاحب مدظلہ نے اپنی معروفیات کے باوجود پورے رسالہ کو سکرکھی جگہ اہم ضرورت سے نوازا۔ دراصل ان کے فیض تربیت کا اپنی نتیجہ ہے کہ میں اس جیسے رسالہ کا ترتیب کا ایلی بن سکا۔ رسالہ کی ضیانت کے ہر مرحلہ میں عزیز مکرم مولوی مسعود نعمانی ندوی کی اعانت کو دخل رہا۔ وہ "مرکز فکر اسلامی" کے اہم لیکن بھی ہیں اور اس کے لئے کوششوں میں ہمارے بہت زیادہ معاون بھی۔ جناب محمد یعقوب صاحب صاحب نیشنلس اور محمد فاروق صاحب نیشنلس نے صفحہ کے باوجود رسالہ کی کتابت کیا اور جناب یسین اللہ صاحب حنفی و انیس احمد صاحب بھوپال پر میں نے پوری دلچسپی کے ساتھ کتب کو طبع کرایا۔ ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں

آخر میں ہمارے درخواست ہے کہ ہندوستان میں "شکر اسلامی" کی حفاظت کے لئے کوشش کرنے والے فکر مند حضرات اس رسالہ کا بغور مطالعہ فرمائیں گے اس کی اشاعت میں حصہ لیں گے۔ اور مرکز فکر اسلامی کے معاون خصوصی وغیرہ بن کر اردو، ہندی اور انگریزی میں ہمارے پروگرام کو ہنگے بڑھانے کا سبب بنیں گے

عبد اللہ کوٹی ندوی

۴ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

ناظم مرکز فکر اسلامی، فتح گڑھ بھوپال

۱۶ اکتوبر ۱۹۷۲ء

مردود پیر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آفتابِ نبوت کا طلوع

انسانی تاریخ کا طول و عرض میں ہزاروں سال تک جاتا ہوا
 لاکھوں برس تک بہر حال ابھی تیرہ سو برس سے کچھ پہلے دنیا کی راجدھانی
 مکہ مکرمہ میں ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا۔ حالات سنئے اس کے نورانی چہرہ
 پر کفر کی دھول ڈالنی چاہی، سازشیں، پڑتالیں اور احتجاجی نعروں
 کے ذریعہ اسے پریشان کیا گیا، تجارت اور لین دین کی راہ سے تنگ
 کیا گیا۔ معاشی بائیکاٹ کے بند بھی جب محمد عربیؐ اور ان کے ماننے والوں
 میں اضافہ ہی ہوتا رہا تو اس وقت کے تجارتی اور گھریلو کاروباری
 اداروں میں جو مسلمان ملازم تھے ان کو طرح طرح سے اذیت دی
 گئیں۔ حد یہ تھی کہ ایک بار اس قہقہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کی
 نیت سے رحمتِ دو عالم اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سامنے
 سے ہٹا دینے کی کوشش ہوئی۔ رات کی تاریکی میں مکہ و فزیک ہر ممکن
 ہتھکڑوں سے لیس ہو کر کفر نے یہ سمجھا کہ وہ اپنا خاموش جال کھپانے
 میں کامیاب ہو گیا ہے مگر۔

زمانے میں اہل ایمان صفت خورشید حجتہ ہیں

ادھر ڈوبے ادھر نکلا، ادھر ڈوبے ادھر نکلا

آفتاب نبوت مدینہ میں جا کر ایسا طلوع ہوا کہ اس کی صوفتا دیکھنے

صرف آٹھ سال کے عرصہ میں ساری سرزمین عرب منور ہو گئی مگر آپ

جانتے ہیں کہ اس عرصہ میں کیا ہوا؟ مکہ کے بیچاروں پر کیا گزری؟

ان کو ملازمتوں سے نکال دیا گیا، تجارتی مفردوں کے لئے ان کی اجازتیں

منسوخ کر دی گئیں ان میں جو دو لقمہ دیکھتے ان کی دولت کو قومی ملکیت

میں لئے لیا گیا ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ مسلمان یا تو اپنی جائیدادوں

سے، مکانات سے، کاروبار سے دستبردار ہو کر وطن سے بے وطن ہو جاتے

یا پھر وطن میں ہی بے وطنی کی زندگی گزار۔ اور ہر لمحہ کفر کے دار ہے

اس کے لئے اپنے طریقہ زندگی پر چلنا ناممکن ہو گیا۔

ان مسلمانوں کا فیصلہ تھا کہ اپنے وطن میں
مکہ میں قانون اسلامی

ہو قانون ہی ان کا دستور ہو گا اور وہ اپنے گھر پر معاملات اور

داخلی مسائل میں کسی طور پر بھی حکومت کی مداخلت برداشت نہ کرنا

کمر بستہ۔ تمام مسلمانوں کا ایک امیر اور امام ہو گا۔ نماز باجماعت کا

نظم کیا جائے۔ نکاح و طلاق اور تجارت میں دین کے جتنے بھی قوانین

باز کیے گئے ان میں فیصلہ کی اصل قرآن و حدیث، ہوں گے نہ کہ

قانون وقت۔

غیر اسلامی اقتدار کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ

آئیے تو لوگ آس پاس کے مختلف قبیلوں اور بستیوں سے مسلمان ہو ہو کر مدینہ آنے لگے یہاں قانون اسلامی کی حکمرانی تھی لیکن بہت سے ایسے قبائل اور کئی ایسی بستیاں بھی تھیں جہاں سے مسلمانوں نے اپنا مستقل قیام ترک نہیں کیا تھا خصوصاً صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان جن جن علاقوں اور بستیوں میں آباد تھے ان میں کئی جگہ ایسی آبادیاں بھی تھیں جہاں مسلمان غیر مسلموں کے درمیان زندگی گزار رہے تھے لیکن ان مسلمانوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قانون اسلامی سے گریز کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی مسلمانوں نے اپنے آپ کو قانون اسلامی کی حکمرانی سے باہر سمجھا۔

مذکورہ بالا مقرر کردہ کے علاوہ
قانون اسلامی سے بچنے والے
 ہر زمانہ میں کچھ لوگوں نے قانون

اسلامی سے بچنے کی کوشش کی ہے ان کے جذبات اور ذہنی کیفیت کی قرآن نے کھل کر پیرہہ درسی کی ہے وہ کہتا ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝

اور جو لوگ اللہ کے آتائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کفر خدا میں

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

اور جو لوگ اللہ کے آتائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

اور جو لوگ اللہ کے آتائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قانون الہی سے بچ کر کوئی اور قانون

اپنا منہ اور دوسروں پر بھروسہ کرنے والے تین قسم کے لوگ ہیں وہ یا خدا
 کے منکر اور باغی ہیں جو حکومت اور معاشرہ کے کسی بھی شعبہ میں قانون
 الہی کو نافذ کرنا نہیں چاہتے وہ سزاور اور فریب نفس کے دوسرے ہیں
 یہ سمجھتے ہیں کہ مارے مسائل کا حل ان کے اپنے ہاتھ میں ہے ہر مشکل کو
 اپنے ناسمجھانہ طریقے سے حل کر سکتے ہیں وہ اس فریب میں مبتلا ہیں کہ
 قوم اور ملک میں کسی دوسرے خدا کو، خدائی کے بجائے ان کی اپنی خدائی
 اور کبریا کی اعتراف ہونا چاہیے، ان لوگوں کی یہ قسم دنیا میں ہر جگہ
 اور ہر زمانہ میں پائی جاتی رہی ہے اور حالات نے یا تو برداشت ان
 کے سر پر عذر دے توڑ دیا ہے اور یا پھر زمانہ اور کائنات اپنی رفتار
 اور انداز سے پہلے رہے اور ان پیچاروں نے اس کی رفتار کو موڑ
 دیا کم کر دیا کے لئے کچھ عرصہ تک تو اپنی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں
 ٹیڑھی اور سرخس کیس مگر جب کچھ نہ ہوا تو مایوس اور نامراد ہو کر میٹھے
 دوسری آیت میں قانون الہی سے بچنے والوں کو ظالم کہا گیا
 ہے ظالم چاہتا ہے کہ الٰہی حق کو اس کے منہ سے، خاندانی، شہری
 قبائلی اور قومی یا طبقہ دار محاسبتوں کی دیر سے یا اقرباء پروری کے
 جذبہ سے مجبور ہو کر ظالم غیر مستحق کو آگے بڑھا کر مستحق کو پیچھے ہٹانا چاہتا
 ہے اور نہ تو قانون الہی رکاوٹ بنتا ہے اس لئے ان کے دل کی آرزو
 ہوتی ہے کہ اس کے بجائے اپنا یا اپنے جیسوں کا بنایا ہوا قانون نافذ کریں
 تیسری آیت میں قانون الہی سے بچنے والوں کو بدکار کہا گیا
 ہے چونکہ قانون الہی بدکاری اور بے حیائی سے منع کرتا ہے اس لئے

یہ تانوں الٹی سے بچکر دوسرے قوانین کی پناہ لیتے ہیں تاکہ اس طرح اپنے نفس کی بھوک مٹا سکیں۔

مندرجہ بالا گفتگو کی روشنی میں قانون اسلامی

اسلامی قانون کا مقصد کا مقصد بھی واضح ہو جاتا ہے یعنی کثیر کی جگہ ایمان، ظلم کے بجائے عدل و انصاف اور برکاری اور فتنے کے بجائے اخلاق کی پاکیزگی، پہلی بنیاد کا مطلب یہ ہے کہ ملک اور قوم میں خالق کائنات کی عظمت کا تصور پیدا ہو یہ احساس ہو کہ خدائے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ مقصد تخلیق کی وضاحت کی ہے اور اچھے برے عملوں کے نتائج ایک نہ ایک دن سامنے آنے والے ہیں اور ان سے کسی بھی شاہ و گدا غریب و امیر اور بڑے و چھوٹے کو مفر نہیں، اس دنیا میں ہر شخص کو اس خیال کے ساتھ زندگی گزرنی ہے کہ وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ اور خدا سے اس کا کوئی عمل، ارادہ یا نیت پوشیدہ نہیں دوسری بنیاد کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی قانون جانب داری پر مبنی نہیں ہر قوم، قبیلہ، رنگ، نسل، خاندان، ملک اور طبقہ واریت سے بالاتر ہو کر اس نے ہر ایک کے حقوق مقرر کئے ہیں اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر صاحب حق تک اس کا حق پہنچ جائے۔

تیسری بنیاد یہ معنی دیتی ہے کہ پاکیزگی، اخلاق اور بلند کردار قانون کی بنیاد پر ضرورت ہے وہ یاسی، اقتصادی یا طبقہ داری مصلحتوں کی خاطر کسی بھی حال میں اپنے اس اصول کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ وہ برکاری، اور بے حیائی کے تمام مرکوزوں پر براہ راست

حملہ آور ہونا چاہتا ہے اور یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک طرف اس کی حکمرانی بھی رہے اور دوسری جانب قومی کردار کو تباہ کرتے والے ذرائع بھی پھیلنے اور پھولتے رہیں۔

مسلم پرسنل لا انگریزوں یا پولیس | قانون اسلامی ایک مکمل قانون ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں اور

تیرہ سو برس کے طویل عرصہ میں اس کا چلن رہا ہندوستان میں اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد قانون اسلامی کی جگہ تعزیرات ہند کا نفاذ ہوا اسی طرح دوسرے ملکوں میں جہاں اسلامی حکومتیں ختم ہوئیں اسلامی قوانین کے بجائے دوسرے قوانین رائج کئے گئے۔ لیکن اسلامی قانون کے ایک جہت یعنی مسلم پرسنل لا کو یہاں نہ ہندوستان میں انگریزوں نے ہاتھ لگایا نہ مصر کے فاتح پولیس بونا پارٹ نے مصر میں۔

اقلیتیں مسلم اقتدار میں | انگریزوں یا پولیس کا یہ طرز عمل کوئی نئی بات یا مسلمانوں پر احسان نہ تھا کیونکہ اسلام نے اپنے حدود حکمرانی میں مذہبی اقلیتوں کے پرسنل لا کو نہ صرف یہ کہ مکمل طور پر محفوظ رکھا بلکہ غیر مسلموں کے مذہبوں وغیرہوں پر ایسا بوجھ نہ ڈالا جو ان کی معذرت اور تنگدست ہونے کی صورت میں حکومت کے خزانہ سے کفالت کی ہے صرف یہی نہیں بلکہ اسلامی حکومت کے دائرہ میں دوسری مذہبی اقلیتیں اگر ملکی دفاع اور دوسری جنگی ذمہ داریوں سے الگ تھلک دھڑکھڑاتی رہیں

تجارت یا کاروبار میں مصروف رہنا چاہیں تو اسلامی قانون نہایت
 ہی قلیں معاوضہ کے بدلہ میں ان کو فوجی ذمہ داریوں سے بھی
 سبک دہش کر دیتا ہے۔

جزیہ | اس معاوضہ کی مقدار فقہی کتابوں میں بڑے دولتمندوں
 سے ۴۸ درہم (تقریباً ۱۲ روپے) درمیانی مالداروں سے
 ۲۴ درہم (۶ روپے)، اور کم دولتمندوں سے ۱۲ درہم (تقریباً ۳ روپے)
 سالانہ مقرر تھی، ناکارہ اور ناداروں، عبادت گاہوں کے حجاموں
 اور بجاویں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں سے یہ رقم
 نہیں لی جاتی تھی یہی معاوضہ 'جزیہ' کہلاتا ہے جن کو غیر مسلموں پر
 اسلام کا ظلم مشہور کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ جزیہ اختیاری
 تھا کوئی چاہتا تو اس کے بجائے مسلمان شہریوں کی طرح فوجی خدمت
 میں حصہ لے کر جزیہ سے رنج منگتا تھا مگر یہ سودا آسان نہ تھا
 اس لئے کہ عام مسلمانوں کو میدان جنگ میں جان دینے کے ساتھ
 ہی جزیہ سے کہیں بڑھ کر فوجی مصروف بھی حسب مراتب دینے پڑتے
 تھے اس لئے غیر مسلموں نے ہمیشہ جزیہ کو خوش آمدید کہا ہے اس پر
 اعتراض نہیں کیا۔

اسلامی حکومت کے دائرہ میں غیر مسلموں کو جو حقوق دیئے گئے
 ہیں ان کی تفصیل مقصود نہیں بتانا یہ ہے کہ انگریزوں نے ہندوستان
 میں یا پولین نے مصر میں یا دنیا کی دوسری حکومتوں نے اپنے اپنے
 دائرہ میں "مسلم پرسنل لا" کے بارے میں مسلمانوں کو نہ ہی آبادی کا

اور اسی کی بنیاد پر مسلمانوں کے شخصی معاملات کا فیصلہ کیا گیا ہے مگر یہ کہ مسلم پرسنل لا سے کیا مراد ہے اس کا سرچشمہ کیا ہے یہاں اس کو سمجھ لینا بے حد ضروری ہے تاکہ معاملہ کی پوری نوعیت سامنے آ سکے۔

مسلم پرسنل لا سے کیا مراد ہے

مسلم پرسنل لا جسے مسلم عائلی قوانین کا نام بھی دیا جاتا ہے اس سے مراد، نکاح، طلاق، ازدواجی زندگی (Family life) کے مسائل، وراثت، وصیت اور وقف کے بارے میں وہ قوانین ہیں جنہیں محمد بن لا (Mohammedan law) کے نام سے حکومت کی تمام عدالتیں نافذ کرتی ہیں۔ یہ حکومت کے مرتب کردہ یا کسی عدالت کے تجویز کردہ نہیں، ایسا بھی نہیں کہ یہ قوانین انگریزوں نے بنائے ہوں اس سے مراد درحقیقت شریعت اسلامیہ کے وہ قوانین ہیں جو اسلام میں قابل تسلیم اور مسلمانوں کی مذہبی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ ہندوستان میں انگریزوں نے مسلم پرسنل لا کی قانونی تفصیلات جاننے کے لئے اہل سنت و اجماعت کے لئے ہدایہ اور مینتہ صاحبان کے لئے و شرعۃ الاسلام کو پرسنل لا کے مینتہ قانونی مجموعہ کی حیثیت سے قبول کر لیا اور انگریزی میں ان کا ترجمہ کر دیا، اسی طرح بعد کے مختلف مصنفوں نے اس سلسلہ کے

عدالتی فیصلوں یا قانونی تشریحات کو مختصر یا شرح و تفصیل کے ساتھ اپنے کتابوں میں مرتب کیا ہے یہ تمام لوگ متانون ساز نہیں تانون گو ہیں انھوں نے متانون نہیں بنایا بلکہ اس کی شرح و ترتیب میں حصہ لیا ہے

یہ شرعی تانون ہے | یہ تانون مسلمانوں کا یا ان میں سے کسی طبقہ یا فرقہ کا بنایا ہوا نہیں ہے مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق یہ خدائی تانون ہے جس طرح انسان اور کی صلاح و بہبود کیلئے دنیا میں ہر چیز اور حیات انسانی کی ہر ضرورت کا سامان خدا نے فراہم کیا ہے اسی طرح انسانی زندگی اور اس کے ہر شعبہ کے بارے میں بنیادی تانون اور قانونی ہدایات کتبہ خدا نے ہی عطا کی ہیں۔

اس انڈیا آفریش سوسائٹی تانون (Indo-African Society) کے حضور اسلام وہ واحد طریقہ اور دین (Law of Life) تھا جو مسلمانوں کو ایک انسانوں کو خدا کی طرف سے عطا ہوا اور اس کے بعد دنیا کی تمام قوموں ملکوں اور آبادیوں میں انبیوں اور شیعوں اور (Jews and Christians) کے ذریعہ ہی دین و تانون حالات اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پہنچا جاتا رہا۔

اور چونکہ زمانہ گزرتا اور حالات قانون میں ارتقا اور تبدیلی کی تبدیلی نظام قدرت کا ایک

حتمہ ہے زندگی کا قافلہ ہر دم رواں دواں رہتا ہے اس لئے
 کبھی تو مختلف قوموں یا ان کے لیڈروں نے اپنے ذاتی مفادات
 کی وجہ سے قانون میں ترمیم کی اور کبھی کمرشل دلہی نے آسمانی حواشا
 کے فذیرہ ایسی قوموں یا ان کے گری، علی اور مذہبی سرمایہ کو نیست
 نابود کر دیا۔ اور یہ حقیقت تو بہر حال سامنے کی دو ٹوک حقائق تھی
 کہ عہد طفلی سے بلوغ اور بلوغ سے جوانی اور جوانی تک آتے آتے
 انسانیت اس قابل نہ رہی، تھی کہ کچھلے جوڑے اور لباس اس کے
 موجودہ قوانین اور مکمل بسم پر چرے اتر سکیں۔

مسلمان اسی حقیقت کے پیش نظر
قانون کی آخری لباس | یقین کرتے ہیں جیسا کہ ان کو خدا

کے آخری نبی محمد غربی فداہ ابی دمی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے
 کہ کچھلے مذاہب و ادیان منسوخ ہو چکے اور جو ان انسانیت کو
 جو لباس زیب تن کرایا جا رہا ہے اب یہی آخری ہو گا یہ دین
 کسی انسانی ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ خدا کا بتایا ہوا ہے یہ
 تو ممکن ہے کہ کسی کو یہ حیثیت تسلیم نہ ہو لیکن چونکہ یہ دین مسلمان
 کا عقیدہ دایمان ہے اس لئے اگر کوئی حکومت یا فرد مسلمانوں کو
 مذہبی آزادی دے جانے کا دعویٰ کرتی ہے تو اس کے سامنے
 صرف دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے قانون کو خدائی قانون
 کا درجہ نہ دیں۔

●۔ یا قانون الہی مانتے ہوئے بھی اس پر عمل درآمد سے باز آجائیں

مسلمان باقی رہنے کی صورت میں { میں مسلمان اپنا اقتدار کھو بیٹھتا ہوں }

لیکن اگر وہ مسلمان ہے اور اگر مسلمان کو مسلمان باقی رکھ کر مذہبی آزادی دے دیا جائے گا دعویٰ صحیح ہے اور اگر مذہبی آزادی دیکر دستور ہند مسلمانوں کی مذہبی انفرادیت کو باقی رکھنا چاہتا ہے تو حکومت کو حکومت کے کار پر داندوں کو دوسری پارٹیوں اکثریتی مذاہنہندوں اور اداروں کو یہ حقیقت اپنے دل و دماغ کے اندر اتارنی ہوگی کہ مسلمان اپنے قانون کے تقدس اور اسکی الہی حیثیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا اس کے نزدیک اسلامی قانون خدائی قانون ہے اور ناقابلِ تنقید ہے اسکو ہر قانون نگاہ میں تبدیلی کی بات کرنا مسلمانوں کو زہرِ بے جا کے جال میں پھانسا اور مگرا کرنا ہے۔

اسلامی قانون ماضی کی تار بیکوں میں گم ہو چکا ہوتا تو بات دوسری تھی مگر یہاں حقیقت تو یہ ہے کہ اسکی تاریخ دو پہر کے سورج کی طرح روشن ہے اور کسی بھی قانون کی اسلامی حیثیت کو مسلم کرنے کی آسان راہ یہ ہے کہ قانون کے سرچشموں (sohces) میں اسے تلاش کیا جائے۔

سہرچشمہ قانون اسلامی

قانون اسلامی کسی ذات انسانی ذہن کی پیداوار نہیں، اس کا سرچشمہ اور ماخذ جن سے قانون اسلامی اور اس کی ساری تفصیلات اخذ ہیں چار چیزیں ہیں قرآن سنت رسول صلا اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور اجتہاد،

قانون اسلامی یہ پہلا چشمہ وصال قرآن ہے،
یعنی خدا کا کلام جو ہر اہمیت سے سب سے
محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل اور ابتداءً آشرا نازل ہوا اور اسے
زندگی کے ہر سرے پہلوؤں پر واضح احکام دیے گئے اور اس کے
کی عالمی زندگی یعنی مسلم پرسنل لاء کے بارے میں کبھی بنیادی اور اہم
ہدایات دی ہیں۔

سنت رسول اعلیٰ تشریع تھی۔ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ
لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (نحل، یعنی ہم نے آپ کے پاس
قرآن اتارا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اپنے قول پر عمل
کریں، خاموش رویہ و انداز سے) اس قرآن کی تشریع کر دیں
جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کا زلیفہ و نبوت تھا

قرآنی احکام کوئی زندگی میں برتنہ کر انسانوں کے لئے ایک ہمدرد عمل
تعمیم بن کر دیا۔ قرآن نے آپ کے بارے میں اعلان کیا کہ لَقَدْ كَانَ
أَكْرَمُ الْبَرِّ رَسُولَ اللَّهِ أَمْسِرْهُ حَسَنَةً ۖ اَسْأَلُكُمْ فِي الْمَنَاسِكِ
الْحِطَّةَ ۚ فَمِثْلَ نَبَاكَ فِي الْعُقُبِ ۚ إِنَّكَ أَكْرَمُ الْمَخْلُوقِ ۚ
کی ذات میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔

الدونوں کی حفاظت اَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَ وَبَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
ہم نے ہی قرآن اتارا ہے اور ہم ہی لفظ و معنی دونوں کو تحفظ کے لحاظ سے
اس کی حفاظت کریں گے۔ یہ اس بات کی ضمانت مبنی کہ قرآن کی
مستند تشریح یعنی حیات رسولؐ کو بھی محفوظ کیا جائے گا۔ اس
کہ قرآن کی آئیں حالات کی رفتار اور وقت کی رفتار کے ساتھ
سہ ماہی ہو رہی ہیں اس کا زمانہ تہذیبی ۱۳ برس کی راولیہ مدت
میں پھیلا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قوی
محل اور خاموش طرز عمل اور اسوۂ زندگی سے ہر آیت کے موقع و
محل، معنی و مراد اور حکم و ہدایت کی تشریح فرمائی، زندگی کے
ریح دائرہ میں آیات الٰہی کو عمل کا لباس دیکر انسانیت کے
سامنے قرآن کی عظمت، محبوبیت اور اس کے حسن کو نکھار
دیا، کلمات الٰہی اور آیات ربانی کی شاہ کلید نے مشکلات کے قفل
کو جس آسانی سے کھولا ہے اس کا اعجاز سنت رسولؐ کے آئینہ میں
سی نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے قرآن کے ساتھ اسکی عملی
تفسیر یعنی سنت رسولؐ کو بھی قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

قانون اسلامی کا تیسرا اہم ماخذ اجتماع امت ہے
اجتماع امت یعنی قرآن یا حدیث سے کسی معنی و مراد کے اخذ

کرنے میں امت اگر متفق الراسۃ ہو تو قرآن و حدیث کا وہی مفہوم مستتر اور قابض تسلیم ہو گا۔ اجتماع کی پہلی عملی شکل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تیار ہوئی کیونکہ ان کے سامنے نزول قرآن کا عظیم واقعہ پیش آیا ان کی نگاہوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تشریح فرمائی اور اپنی عملی زندگی سے اس کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا وہ حالات جن میں یہ سب کچھ پیش آیا وہ واقعات جن پر قرآن کی آیاتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منطبق فرمایا اور پھر ہر موقع پر جن نزاکتوں کا لحاظ فرماتے ہوئے جس لب و لہجہ اور انداز میں خطبہ اور جو کچھ حکم آپ نے عنایت فرمایا اس کے چشم دید گواہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ کلام کو سمجھنے کے لئے صحابہ کرام کے لب و لہجہ اور اس کے چشم و ابرو کے اشاروں اور بات کرنے کے انداز اور ڈھنگ پر نظر رکھنی ضروری ہوتی ہے اور یہ بات صحابہ کرام رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بدرجہ اتم حاصل تھی اسی لئے انہی آیات قرآنی یا حدیثیہ رسول

صحابہ کی اہمیت اُن کی تشریح اور قانون کے کسی نکتہ پر ان کا اتفاق اہرین قانون اسلامی کے نزدیک قانون کا اہم ماخذ ہے اس لئے کہ وہ قانون اسلامی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اول روایت کرنے والے اور اس اولین معاشرہ کے بنیادی

کر دار ہیں جن کے بارے میں قرآن و حدیث نے خود ان کی موجودگی میں یہ شہادت دی تھی کہ :-

(۱) وَ يُتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمَوَدَّةِ نَحْنُ لَوْلَا مَا تَوَلَّى وَلَضَلُّوا بِهِمْ
 جو ان مومنوں کے سوا دوسروں کی راہ اپناے گا ہم اسے اسکے ہی سرپرستوں
 کے حواسے کر دیں گے اور جہنم میں داخل کر دیں گے (قرآن)
 (۲) مَا رَأَوْا الْمَوْتِ يُؤْتُونَ شَأْنًا فَهُوَ عَنْهُ (اللَّهُ حَسْبُ)
 یہ مومن جس چیز کو اچھا سمجھیں تو وہ خدا کے یہاں بھی اچھی ہے

(حدیث مؤطا امام مالک)

۳۔ لَنْ يَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ :-

میرے پیروں کو کبھی ہی پر متفق اسرائی نہیں ہو سکتے (حدیث)
 قرآن کی بے شمار آیتوں اور احادیث رسول میں ان صحابہ
 کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے ان سے محبت کو حب رسول کی محبت
 اور ان سے کبیڈہ خاطر ہی کو بعض رسول کی نشانی بتلایا گیا ہے
 سوچئے تو جب صحابہ کرام کے اتفاق رائے کو گمراہی کے تجلے ہدایت
 اور پسندیدہ بارگاہ الہی قرار دیکر یہ چاہا جا رہا ہے کہ مسلمان ان
 سے محبت کریں ان کے فیصلوں کو ہدایت جانیں تو کیا اس کا نتیجہ
 یہ نہیں ہوتا کہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت صحابہ رسول
 کے حالات زندگی کو بھی سینے سے لگا کر رکھے۔

صحابہ کی تاریخ حیثیت | یہی وجہ ہے کہ جس طرح کلام الہی ناقابل
 تکرار ہے، سنت رسول اللہ کی بقا و حفاظت

ایک حقیقت ہے اسی طرح سوانح اصحاب نبیؐ تاریخ کے بہترین صفحات میں محفوظ ہے۔ دنیا کی مختلف قوموں نے اپنے حالات کو جن بڑے سند طریقوں سے محفوظ رکھا ہے اس پر تاریخ اسلامی اور خصوصاً صحابہ کرام کے حالات کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔ صحابہ کے حالات چشم دید بینات اور ہزاروں راویوں کے مشاہدات کے بعد کتب تالیف میں درج کئے گئے ہیں اگر کہیں نقل و نقل کا سلسلہ چلا ہے تو درمیان ناقلین اور میان واقعہ کرنے والوں کے بھی مکمل سوانح کسی روایت کے بغیر درج و سنات ہو گئے ہیں۔ صحابہ رسولؐ کی زندگی کے واقعات جس احتیاط چھان بین تحقیق و جستجو اور جرح و تعدیل کے بعد مرتب کئے گئے ہیں اس کی سطح اتنی بلند ہے کہ مسلمانوں کے سوا دنیا کے کسی اور مذہب کی مقدس سے مقدس کتاب اور ان کے بانیان مذہب کی انتہائی مستند سوانح بھی اس مرتبہ تحقیق کو نہیں پاسکیں۔

ان تینوں مآخذوں کی حیثیت | قانون اسلامی کی وہ تشبیہ
 رسول یعنی حدیث شریف اور اجماع صحابہ سے ماخوذ ہیں وہ
 ناقابلِ تغیر ہونے کے ساتھ ہی اسلام اور مسلمانوں کا بنیادی ایمانی
 اور مذہبی سرمایہ ہیں اور ہمارے مسلمان ہونے کا مطلب ہی یہ ہے
 کہ ہم ان تینوں کو اور ان سے حاصل کردہ تفصیلات اور معلومات
 کو اپنے مذہب کا بنیاد قرار دیتے کرتے ہیں اس لئے عجیب ہم مسلمان ہیں

یاجب حکومت مسلمانوں کو مذہبی آزادی دینے چاہئے کی دعویٰ دار
 ہے ان میں تبدیلی کا امکان نہیں مسلمان علماء یا کسی بھی مفسر سے
 مفسر اور بڑی سے بڑا اسلامی حکومت یا شخصیت کا حق میں تبدیلی
 کا حق نہیں ہر شخص کو حق ہے کہ وہ جس مذہب کو چاہے پسند کر لے لیکن
 اپنے آپ کو ایک مرتبہ مسلمان قرار دینے کے بعد ہم مسلمانوں کو اس بات
 کا اختیار نہیں کہ اسلام کی شکل و صورت ہی مٹا کر دیں۔ دنیا کے
 دوسرے مذاہب میں اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ ان کے مختلف مذہبی
 رہنماؤں نے ان مذاہب کا حلیہ ہی بگاڑ دیا لیکن یہاں اسلام میں
 ایسی کوششوں کی کوئی وقعت نہیں جو لوگ مسلمانوں میں رہتے
 ہوئے بھی مسلمانوں کی شکل و صورت بدلنا چاہتے ہیں ان
 کی یہ حرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بزدل اور خود غرض ہیں کہ
 اپنے مفادات کی وجہ سے اسلامی معاشرہ سے پیٹے بگی رہنا چاہتے
 اور کیڑہ صفت غیروں کے زرخیز غلام اور مسلمانوں کے انتہائی ہمار
 دشمن بھی ہیں کہ مسلمانوں میں دیکر قانون اسلامی سے مسلمانوں کی
 وفاداری کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

قانون اسلامی کی بنیادی تفصیلات
 پر تمام مسلمان متفق ہیں۔
 بخیدہ لوگوں اور منصف
 مزاج افراد کو یہ حقیقت
 نہیں بھولنی چاہئے کہ جن

مسائل یا مسائل کے بارے قرآن و احادیث اور اجماع صحابہ میں
 واضح آیات اور رہنمائیاں ملتی ہیں ان میں دنیا کے تمام مسلمان

مرچشوں سے ناخوذ ہیں۔

پہلی قسم | ان کے بعد کچھ ایسے مسائل، مواضع یا دقائق بھی ہیں جن کے بارے میں قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ کی تصریحات سے کوئی مفہوم اخذ کئے جاسکتے ہیں یعنی بات کہنے کا انداز کچھ ایسا ہے کہ ایک رخ سے دیکھو تو مسئلہ کی نوعیت کچھ اور ہوگی اور دوسرے رخ سے دیکھو تو اس کی نوعیت بالکل ہی بدلی ہوئی معلوم ہوگی یہی وہ جزئی نوعیت کے مسائل ہیں جہاں ائمہ اسلام نے مختلف رایوں کا اظہار کیا ہے۔

اور ان میں رایوں کا یہ اختلاف مسئلہ کی نوعیت میں اختلاف ہنکر سامنے آیا ہے۔

دوسری قسم | مذکورہ پہلو سے قطع نظر، کچھ ایسے مواقع و مسائل اور دقائق بھی ہیں جہاں قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ میں کوئی ہدایت نہیں ملتی، اتنی صراحت بھی نہیں، جہاں کوئی تعبیر و تفسیر کی گنجائش ہو بلکہ ان میں خذوں میں مطلوبہ مسئلہ پر حکم شرعی واضح نہیں کیا گیا اور موقع دیا گیا کہ بعد کے ماہرین متافون اسلام اور اجتہاد کے ذریعہ اس کا فیصلہ کریں یا خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں یہ مسائل یا دقائق وجود میں ہی نہیں آئے تھے اس لئے احکم شرعی سمجھنے کا سوال بعد کے ماہرین متافون کے سامنے پیدا ہوا۔

پہلی نوعیت کے مسائل میں اجتہاد یعنی اپنے اپنے علم و فکر و فہم کے

ذریعہ کسی ایک تفسیرِ مطہرہ جو ادا اور اس کو ہر حکم شرعی کی اساس بنا اور اصل کچھ زیادہ درجہ تک کی چیز نہیں، دیکھئے دوسری نوعیت کے مسائل تو ذن اسلامی کے باہر نہ ہونے اور ان فیصلہ کر سٹ کے لئے کبھی مستردان و حدیث سے رہنمائی لی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ قرآن و حدیث نے قوموں اور ملکوں کی صحیح روایات و رسوم کو باقی رکھا ہے دیکھو کہ بائبل کے قرآن میں غلط مذاہب کے ماننے والوں اور جاہلیت کے متوالوں تک کے بارے میں یہ تسلیم کیا ہے کہ ان کے باطن میں کچھ نہ کچھ حق کی بھی آمیزش تھی۔ باطنی عقلوں نے ان میں غلط روایات کو رائج کیا تو سلیم عقلوں اور صائب فطرتوں نے صحیح اور مفید روایات کو بھی عام کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے نتیجہ میں معاشرہ کو فائدہ پہنچانے والے نئے نئے پہلو اور گوشے وجود میں آئے۔ اس حقیقت کے پیش نظر باہرین عقائد ان اسلامی نے قرآن و حدیث سے رجوع کرنا چاہئے۔ والی ایذا (پھر روایات عرفی اور روایات کو قبول کرنا ہے۔ معاشرہ کو فائدہ پہنچانے والے پہلو جو اسلام کے بنیادی کردار سے ملتا ہے جو اسلام کے نزدیک مکروہ سے ایسے مکروہ نہیں ہیں۔ اور حرام تک قرار پا سکتے ہیں۔

پہلی نوعیت کے مسائل پر غور کرنے اور قرآن و حدیث و جماع کی مہم و حضانت سے ہدایت ہے (تفسیر کے ساتھ کسی ایک تفسیر کو متعین کرنا ہو یا دوسری نوعیت کے مسائل پر غور کر کے ان کے بارے میں حکم شرعی معلوم کرنا، پھر حلال ہی وہ عمل ہے جس پر "اجتہاد" کا لفظ بولا جائے

اجتہاد کی اہلیت | جو شخص قانون اسلامی کا ماہر ہو، قرآن و حدیث اور اجماع پر نظر رکھتا ہو، نئے مسائل اور ان سے متعلق تفصیلات سے باخبر ہو، مخلص نیک نیت اور دیندار ہو خدا کا خوف اور آخرت کا یقین ہو۔ قرآن کو کلام الہی، حدیث کو اس کی تفسیر و تشریح اور اجماع کو قانون اسلامی کا ماخذ تسلیم کرے، جو شخص ان تمام ضوابط و ضوابط سے سرفراز ہو اور پھر اجتہاد کی دونوں قسموں کے مسائل یا واقعات پر غور کرنے کے بعد کسی نتیجہ تک پہنچے اور مستحب، واجب، فرض یا مکروہ، مکروہ تحریمی، اور حرام کا حکم دے، تو اس کے اس عمل کو اجتہاد تسلیم کیا جائے گا، وہ اپنے اجتہاد پر خود تو بخوبی زندگی میں عمل کر سکتا ہے لیکن دوسرے کو اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔

جہتہد اگرچہ ہو | لیکن اگر مسلمانوں کا قائم کردہ کوئی ادارہ یا ان کی جماعت اس عمل سے اسلامی طرز پر قائم ہونے والی کوئی حکومت ایسے شخص کو جج مقرر کرے تو اس کے اجتہاد کی حیثیت انفرادی نہ ہوتی، بلکہ اسے حکومت کا اور حکومت کو مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہے اور اسکی قانونی حیثیت و قابلیت تسلیم کر لی گئی ہے اس لئے ذاتی اجتہاد کے مطابق کئے گئے اس کے فیصلوں کو قابل تسلیم اور واجب نفاذ سمجھا جائے گا ہاں اگر کسی دوسرے قاضی یا جج کو کہنے ہی پہلی علم اور جماعت مسلمین کا اعتماد حاصل ہو یا اس کی قانونی حیثیت اور پوزیشن پہلے قاضی سے اہم تر اور زیادہ ہو تو اس کو نہ صرف یہ کہ اپنے اجتہاد پر

عمل کا حق ہو گا بلکہ وہ پہلی قسم کے کسی نتیجے کے سابقہ عدالتی فیصلہ کے خلاف کوئی دوسرا فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور اس کی تاہم کردہ اجتہادی نظروں کے بالمقابل اب تک کی عدالتی نظریں منسوخ اور کالعدم سمجھی جائیں گی۔

اجتہاد الہی کیس کتابین | مسلم مکاری عدالتوں نے قانون اسلامی کے مطابق جو فیصلے کیے اور معاصر حکومتوں اور اہل علم مسلمانوں نے ان سے اتفاق کیا ان کے مختلف مجموعے شائع ہو چکے ہیں قنادی، تارخانیہ، قنادی، قاضی خان، قنادی عالمگیری وغیرہ میں جو کچھ قانونی ماحذ یعنی اجتہاد کے ذیل میں آنے والے مسائل نہایت ہی کثرت سے سچا کر دیے گئے ہیں چند افراد کی طرف سے مرتب ہونے کے باوجود ان اجتہادات سے اہل علم نے اتفاق کیا ہے اور صدیوں سے انھیں کو سند اور مرجع کی حیثیت حاصل ہے اس لئے یہ اجتہادات اب انفرادی نوعیت کے بجائے اجماع امت کے ذیل میں آجاتے ہیں کیونکہ ان پر امت کے ایک بڑے گروہ کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے۔ اگرچہ پھر بھی ان کی وہ نوعیت نہیں جو کچھ تینوں ماحذوں کی ہے اس لئے اگر ضرورت ہو اور حالات کا تقاضا ہو تو شرعی مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر ماہرین قانون ان مسائل میں فیصلہ کی نوعیت بدل سکتے ہیں لیکن اس کے لئے قانون اسلامی میں ہمارے ساتھ اس اہمیت اجتہاد کی بھی شرط ہوگی جس کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ یہ جو لوگ مشکبیر کے ڈراموں یا انگریزی جرمین میں کتابیں پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی قانون کے بارے

میں بھی ایفین بولنے کا حق حاصل ہو گیا ہے وہ اپنی حیثیت کو نبھول جاتے ہیں انہیں سمجھنا چاہئے کہ ہر کارے و امر دے

مسلم پرسنل لا کے ذیل میں جو قوانین آتے ہیں پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ان کا تعلق نکاح و طلاق، وصیت و وراثت اور وقف سے ہے اور وہ بیشتر قرآن و حدیث اور اجماع سے تعلق رکھتے ہیں جن مسائل میں ترمیم کی بات کی جا رہی ہے وہ ایفین تینوں بنیادوں سے ماخوذ ہیں اور اس لئے ناقابل ترمیم ہیں اس موقع پر مسلم پرسنل لا کے سلسلہ کے قوانین اگر تفصیل سے ذکر کیے جائیں تو ان کے لئے ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی اس لئے یہاں صرف ان چند اصولی مسائل کا ہی ذکر کیا جاتا ہے جن کی جانب شور بپا کرنے والوں نے خاص طور توجہ کی ہے پہلے ان مسائل کا مختصر جائزہ لیجئے جن پر لے دے ہو رہی ہے پھر اس کے بعد ہم ان لوگوں کے مقاصد پر سے بھی پردہ اٹھائیں گے جو ترمیم کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔

مسلم پرسنل لا کے خاص مسائل

ازدواجی زندگی، وصیت، وراثت اور وقف کے تفصیلی مسائل کیلئے قانون اسلامی کے وسیع لٹریچر کی طرف رجوع کیجئے ہم یہاں صرف اہم مسائل کی طرف ہی توجہ دے سکتے ہیں قانون اسلامی کا

جائزہ جیسے تو آپ کو یہ معلوم ہو چکا کہ تانوں و نونات کی تفصیل کے ساتھ ہی اسکا اپنا فلسفہ و تانوں کیس ہے یعنی وہ اصول جن کو تانوں سازی میں پیش نظر رکھا گیا ہے اسے حکمت تانوں سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اسی طرح ہر شعبہ تانوں میں قانون سازی کے کچھ ذیلی اصول کار فرما ہیں۔

ازدواجی زندگی کا فلسفہ و قانون | اس مسئلہ کا پہلا اصول یہ ہے کہ بخت و بائزگ نکاح کو

اسلامی عزات کے خلاف قرار دیکر شادی شدہ زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے قرآن کے سوا احادیث میں بھی صراحت کی گئی ہے کہ **قَالَ اللَّهُ لَا تَلْبَسُ مِنْ كَدِّ النَّبَاتِ** تَلْبَسُ تَزَوَّجُ - تم میں جو قدرت رکھتے است نکاح کر لینا چاہئے۔ **النِّكَاحُ سِينٌ نَسِيٍّ** نکاح میری رہائش اور طریقہ ہے۔

ایک اور حدیث میں یہاں تک صراحت کر دی گئی کہ :- **النِّكَاحُ مَهْنٌ مَسْنِيٌّ نَسْنِيٌّ رَحِيْبٌ سَنٌ نَسْنِيٌّ فَلَيْسَ مَهْنٌ** نکاح میرے مخصوص طریقہ میں ہے جو (خود یا قبیضہ، فرقہ یا ملک، خواہش نفس کی تکمیل یا افزائش نسل کیلئے) دوسرا طریقہ اپنا ہے، یا اس فطری خواہش کو دبانے اور سٹائے کے ذرائع اختیار کرے اور) میرے طریقہ سے روگردانی کرے وہ میرے ماننے والوں میں سے نہیں۔ البتہ جو لوگ غربت کی وجہ سے مناسرت نکاح کا بار اٹھانے کے لائق نہ ہوں ان کو حکم دیا گیا۔

وَالِاسْتَعْنِي الَّذِي لَا يَجِدُ وَفَّقَكَ حَافِيٍّ يَخِيْمُهُمُ اللَّهُ مَهْنٌ

تختہ یعنی جو لوگ نکاح کے بھارت اور موانع نہ پائیں اس وقت تک باز رہیں جب تک کہ خدا انہیں غنی نہ کر دے۔

ازدواجی زندگی کا دوسرا اصول یہ ہے کہ حقوق اور مرتبہ و شرف کے لحاظ سے اور خدا اور بندوں میں شغیت کے اعتبار سے مرد و عورت میں جنس کی بنا پر کسی کو کسی پر امتیاز یا برتری حاصل نہیں۔ قرآن میں ہے۔ **وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْنَا بِمَنْزِلِ الْبَقَرَةِ** (آیت ۲۲۸)۔ دستور کے مطابق مرد پر عورتوں کا ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا حق عورتوں پر حدیث شریف میں ہے۔ **إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا دُونَ مَا عَلَيْكُمْ حَقًّا** (طبری، بن ہشام)۔ عورتوں پر تمہارا یہ حقوق ہیں اور تم پر عورتوں کے حقوق

تیسرا اصول یہ ہے کہ مرد اور عورت کے ذریعہ جو اجتماعیت وجود میں آتی ہے اس میں بنیادی شہرہ میڈیٹ آئینہ دیکھنے کی حیثیت مرد کو حاصل ہوگی دنیا میں تمام انسانی گروہوں کے ہر اجتماعی ادارہ میں نظم برقرار رکھنے کے لئے اگر کو کو ہیڈ مقرر کرنا اتنے کچھ زیادہ اختیار دنیا ضروری اور قانون فطرت کا تقاضا سمجھا ہے تو یقینی طور پر خاندانی ادارہ کو بھی مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے اس میں "ہیڈ" کا تقرر ضروری ہوگا۔ اگر عورت کی فطرت اور نکاح کے بعد کے وہ تکلیف دہ حالات جن سے عورت گزرتی ہے اور اس دد میں اسکی معذوریوں کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو عقل سلیم بیکار اٹھے گی کہ اس نظر کو برقرار رکھنے یا فہم درہم برہم کرنے کے اختیارات عورت کے سپرد کرنا خطرہ کا سودا ہے اور چونکہ بچہ کی پیدائش اور پرورش کامب سے پہلے عورت کی کارگزاری

اور مصروفیات پر اثر پڑتا ہے اور ذہن ایک غرصہ کیلئے تلاش معاش سے
 سحرور ہو جاتا ہے اس لئے اور اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب
 کی وجہ سے قرآن نے فیصلہ کیا ہے کہ۔ وَلِلرَّجَالِ عَلَىٰ هُنَّ دَرَجَةٌ
 (بقرہ ۲۲۸) اور مردوں کو شوہر کی حیثیت سے عورتوں پر ایک درجہ
 زیادہ حاصل ہے الْمَرْءُ جَانِبُ قَوْلِ امْرَأَةٍ عَلَىٰ النَّبَاِ مَا نَفَعُ اللّٰهُ
 بَعْضُهُمْ اَمْرًا بِبَعْضٍ وَّ مَا اتَّفَقُوا عَلَيْهِمْ لِيُفْتِيَ (سورۃ ۲۴) عورتوں
 کے مقابلہ میں مرد خاندان کے ناظم اور (Head) ہیں اس لئے کہ خدا
 نے ایک کو دوسرے پر زیادتی بخشی ہے اور اس لئے بھی کہ مردوں نے
 اپنا مال صرف کیا ہے۔ مرد کو یہ اختیار اس کے لئے اعزاز کے بجائے
 ذمہ داریوں کا سبب ہے اس پر گھر کے مصارف، بیوی بچوں کا نفقہ
 رہائش اور لباس وغیرہ کی تمام ذمہ داریاں ڈال دی گئی ہیں اور خدا
 علوت، عدالت اور معاشرہ کی نظر میں ان معاملات کی جوابدہی شوہر
 کی موجودگی میں شوہر ہی کو کرنی ہوگی نہ کہ بیوی یا بچوں یا دادا، چچا،
 ماما، یا کسی اور کو۔

چوتھی اصول یہ ہے کہ شخصی زندگی کو زیادہ سے زیادہ پرسکون
 بنانے کے ساتھ ہی فرد کے لئے ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ ایک
 طرف تو وہ باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی گزار سکے اور کسی
 ایسے جرم کا مرتکب نہ ہو کہ حکومت کے فوجداری تانوں کو حرکت میں
 آنا پڑے اور دوسری طرف معاشرہ کی اپنی ضرورتیں اور مصلحت بھی
 بحسن و خوبی پوری ہوتی رہیں۔ اس اصول کی وضاحت کے لئے ہم پہلا

تعداد ازدواج کے مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں۔

تعداد ازدواج رجسٹرڈ یا نان رجسٹرڈ | چونکہ قانون اسلامی کا مقصد بدکاری کو مٹانا بھی ہے اس لئے اس نے بے نکاحی زندگی کی ذمت کے ساتھ ان بوڑھوں کو بھی ختم کرنا چاہا ہے جہاں یہ تماشے ہوتے ہیں اور مشرق و مغرب کے ہر ملک میں اس کے انتظامات کئے گئے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں یہاں ”نکاح“ کو ان سے آسان تر بنانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ معاشرہ کو ایسے خاندان فراہم ہوں جن میں باقاعدگی ہو اور گویا وہ رجسٹرڈ ہوں، حکومت کو ان سے اور ان کو حکومت اور معاشرہ سے تعاون مل سکے۔ جو ادارے جو قانونی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے حکومت اور معاشرہ کی نظروں سے ہٹ کر نفع اندوزی کرتے رہتے ہیں انہیں کئی طرح غیر شادی شدہ افراد کو بھی سمجھ جو غیر قانونی طریقوں سے اپنی ہوس پوری کر لیتے ہوں اور نتائج اور ذمہ داریوں سے بھی دامن بچا لیتے ہوں اور جیسے بعض ادارے کچھ کاموں کو تو حکومت اور معاشرہ کی نظروں سے لانے کے لئے کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ٹیکس وغیرہ کی کھڑکی بہت ذمہ داریوں کو بھی قبول کر لیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا کام اور منافع بھی سائڈ بزنس کے طور پر چلتا رہتا ہے یہاں نفع اندوزی ہے لیکن اس کے بدلہ میں ذمہ داریوں اور ٹیکسوں وغیرہ سے بچنے کا شدید جذبہ بھی موجود ہے اسی طرح یورپ و امریکہ میں اور مشرق کے دوسرے ملکوں میں ”بدکاری“ نے شادی شدہ زندگیوں

میں بھی سائڈ بزنس کی طرح یعنی بدکاریوں کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ کلب یہ تفریحی ادارے یہ کچیرل پروگرام یہ فلمی اور فلمی فحش مرکز آخر کیا ہیں ایک طرف اسلام کو بدنام کرنے کے لئے تعدد ازدواج یعنی چند زوجگی پر طعنے دے دیتے ہیں اور دوسری طرف چند زوجگی ہی کے ان نان رجسٹرڈ اداروں اور کالے کاروباروں کو پوری آزادی دیدی گئی ہے کہ معاشرہ میں بدکاریوں کا سیلاب امنڈتا چلا جائے خاندان کے خاندان برباد ہوتے رہیں کسی کو کالوں کان خیرہ ہو اور ذمہ داریوں کا بوجھ بھی کاندھوں پر نہ آ سکے،

غیر شادی شدہ معاشرت کا اور گھر کی زندگی میں ایک بیوی کے بعد بازاروں، کلبوں، ہوٹلوں، تفریح گاہوں اور کچیرل پروگرام کے حیا سوز ٹھکانوں میں پوری بے قیصری اور آزادی سے بے شمار غیرتوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کا ہی نتیجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں بلکہ اب تو مشرق کے بہت سے ملکوں میں بھی ”بے باپ کے بچوں“ کا بھیاٹک مسئلہ سامنے آچکا ہے۔ عقل کے اندھے بھاری ایک وقت میں کئی بیویوں سے نکاح کو تو عیب سمجھتے رہے لیکن معاشرہ کو اپنی جنسی مہوک کا ایسا شکار بنایا کہ ان کی غلط کاریوں کی سزا حکومت اور معاشرہ دونوں کو مل رہی ہے۔ یہاں اس گفتگو کے بعد اب ہم قرآن وحدیث اور اجماع سے چند قانونی نکتے پیش کریں گے۔

وَأَن مَّجِیدٌ مِّنْہٗ۔ نَا لِحِیۡوِ اَعْمَاۡلِ لَکُم مِّنَ النِّسَاۡءِ مَا تَشَآؤُنَ وَاَلَا تَدْرٰی

تو عورتوں میں سے دو، تین تین، چار چار تہ جو بھلی معلوم ہوں نکاح کر سکتے ہو لیکن اگر ان کے درمیان اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کر پاؤ گے تو پھر ایک سے نکاح کرو۔

حضرت بن عباسؓ حضرت عائشہؓ حضرت سعید بن جبیر وغیرہ نے ان آیتوں کی مفصل تشریح کے بعد کئی بیویوں سے ایک ساتھ اجازت نکاح کی کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ اور تمام صحابہ، تابعین ائمہ مجتہدین کا یہی خیال رہا ہے۔ انبیاء کرامؑ کی تاریخ، خلفاء راشدین اور عام صحابہ کا طرز عمل اور آج تک پوری امت اس خیال کو قبول و عمل سے ظاہر کرتی رہی ہے۔ آیت میں بیویوں کی چار تک حد بتلادی کے بعد جن صحابہ کی زیادہ بیویاں تھیں انھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ایک مرتبہ فرمایا۔ **اِخْتَارُوا مِنْكُمْ اَرْبَعًا**۔

(ابوداؤد صفحہ ۳۰۴) صرف چار کو منتخب کر لو، باقی کو چھوڑ دو کہیں فرمایا **اِخْتَارُوا مِنْكُمْ اَرْبَعًا** (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۵۱) امام بخاری فرماتے ہیں **لَا يَتَزَوَّجُ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعٍ** **يَتَوَدَّ لِقَائِ مَشْنَى وَثَلَاثَ وَرُبْعٍ**۔ یعنی آیت مَشْنَى وَثَلَاثَ وَرُبْعٍ کا دینے سے چار سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔

چند وضاحتیں اور نو نو حکمتیں اس موقع پر چند باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے پہلی بات یہ کہ آیت

اور احادیث سے ایک ساتھ چند بیویاں رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے نہ کہ حکم، دوسری بات یہ کہ مسلمانوں نے بھی اس آیت کی بناء

چند بیویوں سے نکاح کرنے کا دروازہ کھلا رکھا ہے مگر ایسا نہیں ہوا کہ خواہش اور ہوس نے ان کو اس سلسلہ میں بے قیدی اور آزادی کے راستہ پر ڈال دیا ہو۔ تیسری بات یہ کہ ہر بیوی سے نکاح کے بعد ذمہ داریوں کا بوجھ کبھی ہر مصارف خورد و نوش و رہائش اور بچوں کی پرورش وغیرہ کی شکل میں مرد پر ہی ڈالا جائے گا نہ کہ حکومت یا معاشرہ پر چونکہ یہ بات یہ کہ جہاں تک دلی محبت اور اندرونی میلان طبع کا تعلق ہے اس میں برابری کا دعویٰ کسی باپ ماں کو بھی اپنے بچوں کے بارے میں نہیں ہوتا کہ ایک کی دل میں جتنی جگہ ہے اتنی ہی دوسرے بچوں کی جگہ بھی ہو یہ غیر اختیاری امر ہے اسی طرح چند بیویوں میں دلی میلان کسی کی طرف کم ہوا اور کسی کی جانب زیادہ یہ غیر اختیاری چیز ہے اور اس میں برابری کی شرط دنیا کے کسی ادارہ میں کبھی نہیں لگائی جاسکتی البتہ ادائیگی حقوق کے معاملہ میں مساوات اور برابری کی قید لگانا ضروری ہے چند بیویوں کی صورت میں مصارف اور دیگر حقوق کے بارے میں اگر الفان برتا جائے تب ہی کئی شادیوں کی اجازت ہے اور اس باب میں اسلام نے حکومت کو دراندازی کی اجازت دینے بغیر خود اسلامی ضمیر کو بیدار کیا ہے اور یہی وجہ ہے دنیا کہ اسلامی تاریخ گو کہ ہے کہ امت نے کئی شادیوں کی اجازت سے خواہ مخواہ فائدہ اٹھانے کے بجائے احساس ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے عام حالات میں اس وقت بھی ایک ہی بیوی رکھنے کا رواج ہے نہ کہ کئی کئی بیویوں کا جیسا کہ

دشمن تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پانچویں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس قانون کا مقصد معاشرہ کا استحکام اور فساد اور بگاڑ سے اس کا تحفظ ہے اس لئے کہ عورت اگر بوجھ ثابت ہو یا کچھ عرصہ کے بعد اپنی بیماری یا کسی وجہ سے حقوق زوجیت کے لحاظ سے نااہل ہو جائے تو اس چھوٹے سے خاندان کو درہم برہم کرنے، بیوی کو طلاق دینے یا خواہش نفسِ رادھرا دھہ پوری کرنے کے بجائے مرد کے لئے یہ زیادہ بہتر اور آسان ہو گا کہ وہ ایک اور بیوی سے نکاح کر لے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی عورت سے کوئی شادی نہیں کرتا ایسی عورتیں بد اخلاقیوں کے راستہ پر بھی پڑ جایا کرتی ہیں اس بے راہروی کے مقابلہ میں بہتر یہ ہے کہ اس کے لئے معاشرہ میں جگہ پیدا کی جائے اس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ مرد ایسی عورت کو دوسری بیوی کی حیثیت سے قبول کر لے۔

زمانہ جنگ میں مردوں کے قتل کی وجہ سے عورتوں کی کثرت کے مسئلہ کو مسئلہ تعددِ ازدواج کے ذریعہ جس حیرت انگیز طریقہ سے حل کیا جاتا رہا ہے اس سے روگردانی کا نتیجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں دو عظیم جنگوں کے بعد بے نکاح عورتوں نے اس مسئلہ کو گھروں کے بجائے بازاروں میں حل کیا اور وہ مسائل پیدا ہوئے جن کے زخم آج بھی ہر مہر مگر مزید کو

۶۔ فلسفہ ازدواج کا چھٹا اصول یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں جہاں بدکاریوں پر شدت سے وار کئے گئے ہیں وہیں اسکے مقابلہ میں "نکاح" کے یہ زیادہ سے زیادہ آسانیاں فراہم کی گئی ہیں مثال کے طور پر "نکاح" کے مستفاد اور مکمل ہونے کے لئے وہ غیر ضروری

شہرطیں اور سیمیل لازمی نہیں کی گئیں جن کا دوسرے معاشرے میں
 'میز رواج'، بلکہ اتنی بات کا آتی سمجھی گئی کہ نکاح کے وقت لڑکے
 اور لڑکی کے علاوہ دو گواہ اور موجود ہوں اس کے لئے حکومت
 کو اطلاع دی جاسکتی ہے حکومت یا عدالت سے اجازت لینا ضروری
 نہیں قرار دیا گیا، اسی اصول سے اس بات کی وضاحت بھی
 ہو جاتی ہے کہ نکاح کے لئے بالغ مرد اور بالغ عورت پوری طرح
 اپنے فیصلہ میں مختار اور آزاد ہیں، ماں باپ یا کسی بھی رشتہ دار یا
 عدالت اور حکومت کے دباؤ کے بجائے نکاح کے انعقاد کی واحد
 شرط مرد و عورت کی باہمی رضامندی اور اجازت ہے اگر
 بالغ لڑکی پہلی شادی کے بعد بیوہ ہو چکی ہو تو اسے اپنی اجازت
 واضح لفظوں میں ظاہر کرنی ہوگی اور بالغ لڑکی کی شادی کا پہلا
 موقع ہو تو نکاح کے موقع و محل میں اس کی خاموشی کو اجازت کا
 بدلہ سمجھ لیا جائے گا۔ خاص اس نکتہ کے بارے میں چونکہ احادیث
 کے الفاظ اختلاف تعبیر کی گنجائش رکھتے ہیں اس لئے امام شافعیؒ
 نے صرف باللفظ کے نکاح میں اس کی طرف سے خاموشی کو اجازت
 قرار دیا ہے اور بالذکر کے لئے خواہ اس کی پہلی شادی ہو یا وہ
 بیوہ ہو واضح لفظوں میں اجازت نکاح کے الفاظ ادا کرنا ضروری
 قرار دیا ہے۔ درمیان میں یہ اجتہادی مسئلہ آگیا ورنہ اوپر جس اصول کا
 تذکرہ ہوا فقہاء قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے نہ کہ
 اجتہاد سے اور اس کو ازدواجی زندگی کے فلسفہ قانون میں ایک

اہم اصول کا درجہ دیا گیا ہے۔ ۴۱

غیر نکاح | اوپر نابالغہ کے نکاح میں اس کی خاموشی کو اجازت سمجھنے کا مسئلہ زیر بحث آیا ہے تو عمر نکاح کی بحث کو بھی اسی جگہ ملے کرتے چلیے حدیث شریف میں ہے وَلَا الْبَيْتُ حَتَّى تَشْأَذَنْ وَإِذَا كُنَّ الصَّمُوتُ :- اور باکرہ کا نکاح بھی اجازت کے بغیر نہیں ہوگا اس کی اجازت اس کی طرف سے خاموشی کو سمجھ لیا جائے گا امام شافعی کے نزدیک یہاں باکرہ سے مراد صرف نابالغہ ہے ابو حنیفہ وغیرہ کے نزدیک ”باکرہ“ کے مفہوم میں نابالغ لڑکی بھی داخل ہے بہر حال باکرہ سے صرف نابالغہ مراد لی جائے یا کسی اور کو شامل حکم سمجھتے ہوئے نابالغہ کو ”بھی“ اس حکم کے ماتحت لایا جائے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نابالغہ کا نکاح جائز ہے حدیث اس مفہوم کو واضح طور پر بیان کر رہی ہے دوسری احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح صحیح احادیث اور روایتوں کے مطابق اس وقت ہوا جب ان کی عمر چھ برس کی تھی اور رخصتی اس وقت ہوئی جب وہ نو سال کی مکمل ہو گئیں، اس کے علاوہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کے صاحبزادے سلمہ کا نکاح (جو ابھی نابالغ ہی تھے) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی سے کر دیا تھا۔ علامہ ابوبکر جصاص رازیؒ لکھتے ہیں: فَرَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِنْتَ حَمْزَةَ فَاهْمًا صَغِيرًا (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۲)

تو اس بارے میں کوئی شک نہیں رہتا ہے کہ نکاح نابالغان کے مسئلہ میں کسی نے بندش نہیں لگائی بلکہ نابالغی کے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ اگر حکومت کی طرف سے بالغ مرد اور بالغ عورت کی کوئی خاص عمر مقرر کر دی جائے تو ضروری نہیں کہ ہر لڑکا یا لڑکی اس عمر تک پہنچ کر ہی بالغ ہوں، وہ اس سے پہلے بھی بالغ ہو سکتے ہیں دراصل صحت، آب و ہوا، علاقائی خصوصیات، مزاج کی حرارت و برودت اور معیار زندگی کی بلندی یا پستی سے بلوغ کا بڑا تعلق ہے اور اسی وجہ سے حکومت کی طرف سے عمر نکاح کا تعین معاشرہ میں بے جا دخل اندازی اور معاشرہ کی مصیحتوں کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے بعض حالات میں سرپرست یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ نابالغی میں ہی بچوں کا نکاح کر دیں۔ مثلاً ایک شخص بوڑھا ہو چکا ہے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے اسے زیادہ دنوں زندہ رہنے کی توقع نہیں اس کی ایک نابالغ بچی ہے اس کے علاوہ بچی کا کوئی اور وارث نہیں یا وارث ہے لیکن باپ کو وارث کی طرف سے بچی کے ساتھ بہتر سلوک کی توقع نہیں ان حالات میں وہ کسی مرد اور مستشرق آدمی کے زیر سایہ کسی سے اس بچی کا نکاح کر کے بچی کو مستقبل کی طرف سے مطمئن ہونا چاہتا ہے یا مثلاً کوئی بیوہ عورت ہے وہ خود ہی تنگدست ہے اس کی اپنی عزت بھی ہر لمحہ خطرہ میں رہتی ہے پھر وہ اپنی لڑائی بچی کے مصارف کا بوجھ کیسے برداشت کرے اس کی تعلیم و تربیت کا کیسے نظم کرے (کیونکہ جان اور پھر اس کے ساتھ ایک تعدد لڑکی جس کی حفاظت اور تربیت کا بار بھی بیوہ کے سر ہے کیا

اس بیوہ کے لئے یہ مناسب نہ ہوگا کہ کوئی اچھا گھر نہ تلاش کر کے اس کے کسی فرد سے (پنی بچی) کا نکاح پڑھوا دے رخصتی خواہ کسی بھی وقت ہو، یا مثلاً ایک دیہات ہے دیہاتوں میں عموماً بڑے زمینداروں اور ان کے جوان جوان فرزندوں کے کارنامے کافی سیاہ اور ردش ہوتے ہیں ایسے میں دیہاتی کا شکار اپنی کم عمر لڑکی کے بارے میں جوان شریروں کی طرف سے اندیشہ محسوس کرتا ہے وہ اپنی لڑکی کا پتو کم عمری کے باوجود کسی گھر لانے کے مناسب لڑکے سے باندھ دے اور اپنے مسئلہ کو اس طرح حل کر لے جائے تو کیا آپ یہ فرمائیں گے کہ یہ فرضی تخیلات ہیں، کو بیٹیوں اور محلوں کے پروردہ، تن آسائیوں اور عشرت کدوں میں پلنے والے اونچے اونچے دماغوں کو قانون مازی کا شوق ہوتا ہے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم کہ قانون کی زندگی کے کن کن گوشوں اور پہلوؤں تک رسائی ہوا کرتی ہے اور کیسے کیسے لوگوں پر اس کی زد پڑتی ہے۔ کن کن حالات کا قانون مازی کرتے وقت لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی ماحول کا بندہ اور کسی نہ کسی طبقہ کا پروردہ ہوتا ہے اسے دوسرے طبقوں کی کیا خبر؟ وہ نہ اپنی بلندیوں سے پستیوں کا نظارہ کر سکتا ہے اور نہ اپنی پستیوں سے بلندیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے یہی وہ ضرورت تھی جس کی وجہ سے خلائق و دعوالم نے ماحول کی زیرنگیوں، مزاجوں کے تغیرات، طبیعتوں کے اختلافات طبقات کے تہہ بہ تہہ امتیازات اور خاندانی، قبائلی، ملکی، نسلی اور نسی تعصبات بالاتر ایک ایسا قانون دیا جس میں ہر ایک

محاذ کیا گیا ہے اور کسی کے ساتھ بھی کوئی مخصوص رعایت نہیں کی
اس پر چہیں بچپن ہونے کے بجائے اس قانون کا احترام کرنے
اور اس کی نکتوں کو سمجھنے میں ہی سرکھپا دینا چاہیے۔ چہ جائیکہ
کوئی اسے غلط کہے یا اس میں ترمیم کی بات کرے۔

نابالغ کا نکاح اگر داد ایا باپ کے ذریعہ نہ ہو | نابالغ بچی یا نابالغ

داد دانے کیا ہے تب تو بالغ ہو جانے کے بعد بھی انھیں کوئی
اختیار نہ ہوگا لیکن اگر ان دونوں کے سوا سرپرست کوئی اور رکھتا
اور اس نے نوعمری میں نکاح کی تکمیل کی تو ایسی صورتیں حلال و فقہاء

کی تصریحات کے مطابق دونوں یا دونوں میں سے جو بھی بالغ ہو جائے
اسے اختیار ہوگا کہ بالغ ہونے پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیں۔

دونوں یا ان میں سے کسی بھی ایک کی طرف سے ناپسندیدگی کا اظہار
ہی نسخ نکاح سمجھا جائے گا۔ اس قانون کی رو سے وہ نکاح جو باپ یا
داد دانے قبل بلوغ اپنی عظیم مصلحتوں کی وجہ سے پڑھوا دیا ہے۔

وہ تو اس لحاظ سے باقی رہے گا کہ باپ دادا کا تعلق اور جہز بہ ہمدردی
نا قابل تردید ہے لیکن دوسرے سرپرستوں کی طرف سے یہی معاملہ
ہو تو اس میں ہمدردی کے سوا اور جذبات کا بھی شبہ کیا جاسکتا

ہے۔ اسی شبہ کی بنا پر بالغ ہونے پر لڑکا اور لڑکی دونوں کو حق
شیخ دیا گیا تاکہ کوئی غافل نہ رہے ہو تو وہ اب تلافی کر لیں۔

فتح نکاح

گھبریلو زندگی اگر پرسکون نہ ہو تو شریعت نے زر غورث کے درپٹا
 خاندان اقبیلہ - برادری محلہ - اور جماعت مسلمین کو ان میں صلح
 کرانے کی ترغیب ہی ہے اور طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے باوجود مرد کو اس کے استمال کی اجازت
 دی ہے۔ اسکی طلاق کا نفاذ حکومت کی اجازت پر موقوف نہیں حکومت کو مداخلت بجا کے ذریعہ مسلم
 عائلی زندگی کی اصلاح کرنے کا شوق ہر تو دوسری بات ہے۔ ورنہ عورت کے حقوق
 کا تحفظ کرنے اور مشوہہ کے ظلم کی صورت میں عورت کو اس کا حق دلوانے کے
 اور بھی راستے ہیں۔ لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ چرنی کے خاتمہ کے لئے شریفوں
 پرتو پولیس کا پہرہ بٹھا دیا جائے اور ان لوگوں کی مشورائی بھی نہ ہو۔ جو
 چروں کی نشاندہی کر کے انھیں حوالہ عدالت کرنے لائے ہیں، عدالت ہیک
 میں مشائروں کی آپہنچ رہی ہیں ان کو سننے داد رسی کرنے اور ان کے
 فیصلہ میں عجلت اور آسانی خراہم کرنے کے بجائے حکومتوں کو یہ مشوق چروایا
 کرتا ہے کہ وہ اپنے عدل و انصاف کا ڈھنڈورا پیٹنے اور اپنے عرصہ حکومت کو
 سکون سے گزار دینے کے لئے عوام کو خرب میں مبتلا رکھیں انھیں احساس ہے کہ
 اس بارے میں کامیاب چال یہ ہے کہ جلد از جلد دینے ہوئے قوانین کو نافذ
 کرنے کے بجائے نئے نئے قوانین بنائیں۔ نئی کمیٹیاں اور انجمنیں سامنے لا کر
 وہ قوم کو مستقبل کی پر غریب توقعات کے خواب میں تو مبتلا کر سکتے ہیں لیکن یہ
 خواب اس وقت ٹوٹے گا جب ایک دنیا تاراج ہو چکی ہوگی۔ اور حکومت کے
 یہ احمق شہسوار تاریخ کے بدنام صفحات میں جگہ پا چکے ہوں گے۔
 عورت کو مرد کی مظلومیت سے چھٹکارہ دلانے کی اسلامی قانون نے

دو صد رتیں بتلائی ہیں۔ اگر مرد ظالم ہو۔ حقوق زوجیت ادا نہ کرے۔
یا جبراً ظلم کے ذریعہ عورت کی زندگی تباہ اور اس کا سکون غارت ہو جائے
کا اندیشہ ہو تو پہلی صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کے ساتھ کسی سمجھوتہ تک
پہنچنے کی کوشش کرے۔ اگر شوہر راضی ہو تو عورت اسے کچھ مال دیکر
یا ہرمعاف کرنے کی شرط پر مرد سے طلاق حاصل کرنے کی کوشش کرے
اس صورت میں طلاق دینے کے بعد ادائیگی مہر کا بوجھ شوہر کے ذمہ نہ ہوگا
یا بیوی سے کچھ کم یا زیادہ مال بیکر ادائیگی مہر میں دشواری محسوس نہیں
کرتے گا۔ اور طلاق دینے پر رفا مند ہو جائے گا۔ صلح کی یہ صورت
خلع ہے۔ لیکن اگر طلاق حاصل کرنے کے لئے عورت کی یہ تدبیر شوہر کو
پیش نہ ہو اور خانگی طور پر یا قبیلہ خاندان۔ برادری اور محلہ کی
جماعت مسلمین مسئلہ کو اس بنیاد پر حل نہ کر سکے تو عورت کے لئے عدالت
دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ عدالت میں فیخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔
عدالت کو فیخ نکاح کا اختیار ہے۔ مرد کی نااہلی۔ ظلم یا نان نفقہ کی
طرف سے بے توجہی ثابت ہو جانے پر عدالت کو چاہئے کہ وہ عدالت کو
اس کا حق دلائے یا شوہر سے اس کا تعلق منقطع کر دے۔

وَلَا تَقْتُلُوا اَوْ لَدَكُمْ مِثْ اِمْلَاقِ ()
 برتھ کنٹرول | اندس کی بنا پر اپنے بچوں کو قتل مت کرو۔
 وَلَا تَقْتُلُوا اَوْ لَدَكُمْ خَشِيَّةً اِمْلَاقِ () اندیشہ افلاس کی
 بنا پر اپنے بچوں کو قتل مت کرو۔

کوئی شخص یہ سوچے کہ میں مفلس ہوں مزید بچے پیدا ہوئے تو
 ان کے مصارف کا کیا ہو گا یا یہ کہ خوش حال ہو اور دل ہی دل میں
 یہ خیال کرے کہ مزید بچوں کی پیدائش پر جب مصارف بڑھیں گے
 تو میں تنگ دست ہو جاؤں گا ان دونوں صورتوں سے قرآن نے منع کیا
 ہے لیکن اگر عورت بیمار ہو یا ایسی کمزور کہ ڈاکٹروں کی رائے میں دلاوت
 اس کی صحت کے لئے نقصان دہ یا بیماری میں اضافہ کا سبب ہوگی
 یا یہ رائے دیں کہ مدت وضاحت میں جیب کہ کوئی دودھ پینا بچہ
 موجود و حمل قرار پانے سے بچہ کو نقصان ہوگا تو ماہرین قانون اسلامی
 کے نزدیک مانع حمل ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں اس کے سوا
 موجودہ افلاس یا اندیشہ افلاس کی وجہ سے برتھ کنٹرول کی کسی
 بھی شکل کو اختیار کرنا دراصل خدا پر یقین کی کمزوری اور اس کی
 صفت رزاقیت سے بے (طمینانی کا نتیجہ ہے جن کی اسلام میں گنجائش
 نہیں۔ مذکورہ بالا برتھ کنٹرول کے جواز کی دو تین صورتیں انفرادی
 اجازت کی صورتیں ہیں۔ برتھ کنٹرول کو متقبل تحریک کی شکل میں
 قبول کر لینا اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ آباہوی کے اضافہ کے ساتھ
 ہی اس کائنات کا خالق پیداوار کے نئے نئے ذرائع بھی فراہم کرتا

رہتا ہے۔ جدید سائنسی ذرائع نے پیداوار میں زیادتی اور تیزی کے نئے وسائل اور روزی کے جو جدید امکانات منکشف کئے ہیں ان کی روشنی میں ”بریکنگ ٹول“ کی تحریک چلانا، زندگی سے فرار اور بے علمی کی راہ اپنانا ہے اس کے پردہ میں عالم اپنی اراکیت کو چھپاتا اور دشمن اپنی سازش پوزی سے کرنا چاہتا ہے۔

دراشت | دو واجی قانون کے ذمہ میں دوسرے مسائل اختصار کی وجہ سے نظر انداز کر کے ہم یہاں دراشت کے بارے میں یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے انسانی تاریخ میں دنیا کی مختلف قوموں نے دراشت کے عجیب قانون نافذ کر رکھے تھے۔ لڑکیوں کو تو جائداد میں کوئی حصہ ملتا ہی نہ تھا عموماً خاندان میں بڑے لڑکے کا ساری جائداد پر قبضہ ہوتا اور باقی افراد جائداد سے محروم رہتے جائیدادری کے اس دور میں اسلام نے قانون دراشت کے ذریعہ ایسی تبدیلیاں کیں کہ دولت گردش میں آکر ایک ہی فرد کے بجائے خاندان کے متعلقہ افراد تک پہنچے اور سب کے فائدہ کے لئے استعمال ہونے لگے۔ اسلامی قانون کی رو سے کسی فرد (Person) کی پردرشت، عزت اور ترقی میں دوسرے افراد کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ کوئی شخص کتنی ہی عظیم صلاحیتیں لیکر پیدا ہو لیکن اس کی صلاحیتوں میں خاندانی اثرات کا انکار نہیں کیا جاسکتا اسی طرح بچپن سے لیکر جوانی اور بڑھاپے تک اس پر قریب اور دور کے رشتہ داروں اور عزیزوں کا احسان چھتا ہے یہی وجہ ہے کہ قانون اسلامی نے

سب کے درجہ بدرجہ جیسے مفرد کئے ہیں قرآن کہتا ہے - **وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ** (انفال) یعنی رشتہ دار ایک دوسرے کے وراثت پرانے۔ یہاں وراثت کے تفصیلی مسائل ذکر کرنے کا موقع نہیں دہنہ اس باب کے مطالعہ سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ تانوں اسلامی میں ایک دوسرے کے حقوق کا کتنا لحاظ کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے **وَلِلَّذِينَ كَسَبُوا صَالِحًا وَأُولُوا الْأَرْحَامِ** **لِوَلَاةٍ** (یعنی باپ یا بھائی کی) جائداد میں لڑکے کا حصہ

حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا، اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں جائداد سے دو حصے ملیں گے اس تانوں کو اسلام کے مفہم اور مزاج کے مطابق سمجھنے کے لئے درج ذیل باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں، مرد کو دو اور لڑکی کو ایک حصہ دیا جاتا ہے لیکن

(۱) مرد پر کئی ایسے مصارف ڈال دیئے گئے جن کی وجہ سے وراثت سے لی ہوئی رقم، ہر بیوی کے نفقہ اور مختلف مصارف کی شکل میں اسی عورت کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ پھر زرق کیا رہا؟

(۲) یہ قانون بظاہر مرد کے نائدہ کے لئے ہے لیکن درحقیقت

عورت کا اس میں زیادہ نائدہ ہے عورت پر اس کے ایک حصہ کے بدلہ میں کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی کوئی کسی قسم کا مصروف واجب

نہیں کیا گیا اس طرح اس کا مراہ محفوظ ہے اور وہ اس کی حفاظت اور خرچ کے معاملہ میں کسی کی پابند نہیں آزاد ہے مرد کے

نصوں کے بدلے میں اس پر ذمہ داری ڈال دی گئی اور اس کے

سرمایہ کو خود پودی بچوں پر خرچ کر دیا گیا۔ فائدہ میں کون رہا۔ ۴
 (۳) مرد کو دیکھتے دے جائیں یا عورت کو ایک حقہ، دونوں کے
 نتیجہ میں ہر فیملی اور گھرانہ میں جائیدادوں کے تین حصے بچہ نہیں گے اس طرح
 کوئی شادی شدہ گھرانہ تین حصوں سے محروم نہیں رہ سکتا پھر زرق کیا ہوا
 (۴) ہاں اس قانون میں اور حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ ایک
 ایک عظیم حکمت یہ ضرور ہے کہ اس کے ذریعہ عورت کے اندر نکاح میں آکر
 زندگی گزارنے کا رجحان بڑھے گا۔ مسعودہ یورپ میں عورتوں میں نکاح
 کے بغیر زندگی گزارنے کا رجحان عام ہو چکا ہے۔ زمانہ قدیم میں بلکہ آج
 بھی عورت کے لئے، بیوہ ہونے پر یا اور دوسری صورتوں میں نکاح
 کرنا عیب اور شرمناک سمجھا جاتا ہے۔ اسلام نے اگرچہ ہر حال میں
 عورت کو شادی شدہ زندگی گزارنے پر مجبور نہیں کیا وہ اگر تنہا رہتی
 ہے تو ایک حقہ اس کے لئے کافی ہے اور ظاہر ہے کہ نکاح نہ کرنے پر
 بچوں کا سوال نہیں کہ اس کے مصارف بڑھیں لیکن اس کے ساتھ ہی
 اسلام نے ایک طرف تو مرد کو دیکھتے دیکر اسکی پوزیشن مضبوطی اور دوسری
 طرف اس کے ذمہ بڑی بچوں کے تمام مصارف ڈال کر عورتوں کے
 اندر شادی کرنے کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ تاکہ وہ عورت جس کا
 ابھی نکاح نہ ہوا ہو یا نکاح کے بعد بیوہ ہو گئی ہو یہ سمجھے کہ نکاح
 کے بعد نہ صرف یہ کہ اس کا سرمایہ محفوظ ہو جائے گا بلکہ اس کے مصارف
 کا بوجھ بھی مرد کے کاندھے پر ڈال دیا جائے گا۔

درحقیقت | بہر حال یہ اور اس کے علاوہ اور بہت سی مصلحتیں ہیں جن کی

وہ ہے قرآن اور حدیث نے جائداد کی تقسیم میں یہ فرق رکھا اور اسی ہے قانون اسلامی کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ وراثت سے اسلام کے پیش نظر جو مقصد ہے وہ کبھی دو وجہوں سے پورا نہیں ہوتا۔ ایک بات تو یہ کہ مورث کسی عارفی جذبہ یا ناراضگی کی وجہ سے اپنے وارثوں کو محروم کر کے مرنے سے پہلے پہلے ساری جائداد کسی اور کے لئے لکھ کر دے یا وصیت کر دے تاہم اسلامی ایسی صورت میں صرف یہ جائداد تک کی وصیت کو دوسروں کے حق میں نافذ کرتا ہے۔ یہ کہ بہر حال وارثوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مرنے والا اپنے وارثوں میں سے کسی کے نام کوئی وصیت کرے یا کسی کو (کسی عذر شرعی کے بغیر) جائداد میں حق وراثت سے محروم کر دے، قانون اسلامی اس قسم کی وصیتوں کو ناقابل نفاذ قرار دیتا ہے اس لئے کہ وارثوں میں دینی مصلحتوں کے بجائے افراد کی وقتی سیاستوں اور مصلحتوں کا دخل ہو جائے گا اور وارثوں میں مورث کی طرف سے جانب داری اور عدم سادات کا یہ مظاہرہ طرح طرح کے فتنوں کا سبب بن سکتا ہے۔ قرآن و حدیث نے اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان کیا ہے اور انھیں پر قانون اسلامی کی بنیاد ہے۔

پوتے کی وراثت | دادا کی جائداد میں پوتے کی وراثت کے مسئلہ پر بھی دراصل قانون وصیت کی روشنی میں غور کرنا چاہیے۔ اگر دادا کی زندگی میں اس کے بیٹوں بیٹیوں میں سے ایک بیٹے کا انتقال ہو جائے، رد دادا کے (سوامہ محرم سے پوتے بھی ہوں تو ایسی شکل میں

دادا کے انتقال پر جائداد میں اس کے بیٹے بیٹیوں کا حصہ تو ہو گا
 پوتے کا نہیں، نہ سائے کو اسلام کے بتائوں وراثت کی رو سے
 جائداد میں پیچھے، قریب ترین افراد کو حصہ دیا جاتا ہے دادا کی جائداد
 میں پوتا خردم ہوا تو اس وقت خیب کرتا ہوں (مسلمان) نے یہ دیکھ
 لیا کہ سرپرست کی شکی میں اس کے چچا اور پھوپھیاں موجود ہیں جی
 ایک دادا کی جائداد پیچھے گئی۔ دوسری بات یہ کہ دادا اگر یہ محسوس کرے
 کہ اس کے بعد اس کے پوتے کیساتھ پوتے کے سرپرست اچھا سلوک
 نہیں کریں گے۔ تو پوتے کے حق میں وصیت کرنا اس پر ضروری ہے۔ قانون
 اسلامی نے وارثوں کو جائداد میں حصہ دیتا ہے تو وصیت کو ان کے حق
 میں بالکل بے اثر کر دیا ہے۔ پوتے کو وراثت سے محروم اس وقت کیا جبکہ
 اس کے سرپرست موجود ہیں اور اگر سرپرست موجود نہ ہو تو دادا کی
 جائداد میں اس کا حصہ ہو گا، ورنہ دادا کے لئے شرعی ضروری ہو گا کہ
 وہ اپنے پوتے کے لئے وصیت کر جائے یہ ایک کم واقع ہونے والا اور
 ایسا مسئلہ ہے جہاں کہ قانون اسلامی نے پوتے کے مسئلہ کو اس کے قریبی
 رشتہ داروں اور خود دادا پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اس کے مسئلہ کو حل کرنے
 کے لئے خود کوئی پہلو تلاش کر لیں۔ دادا کی جائداد میں حصہ ملنے نہ ملنے
 کے باوجود میں قانون اسلامی نے پوتے کے لئے یہ وضاحتیں کی ہیں ورنہ
 وہ پوتا اپنے دوسرے وارثوں کی جائدادوں میں ویسے ہی برابر کا
 حصہ دار ہو گا۔ جیسا کہ دوسرا۔ اس لئے یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر
 حکومت یا مجلہ نویسندوں کی طرف رہنمائی کی ضرورت ہو۔

وَقَدْ قُضِيَ | اسلامی سوسائٹی کو مضبوط کرنے کے لئے قانونِ اسلامی نے ایک طرف بدلتے دین کو وصیت اور سالانہ زکوٰۃ وغیرہ کے ذریعہ غربت کے خاتمہ کی طرف متوجہ کیا ہے تو دوسری طرف ناداروں - یتیموں - بیساروں اور رشتہ داروں یا کسی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جائیداد کے وقف کرنے پر بھی آمادہ کیا ہے۔ اسلامی تاریخ میں ”وقف“ پر جس اہمیت کے ساتھ توجہ دی گئی ہے اس کا بنا پر زوال اور ارتقاء کے مختلف دوروں میں وقفہ نے حکمرانوں کے بار کو ہلکا کیا۔ اور مسلم معاشرہ کو بہت کچھ سہارا دیا ہے۔ امام بخاری کے نزدیک سب سے پہلے مسجد نبی کے لئے زمین وقف کی گئی تو دو احقین نے کہا کہ ”لَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُبُ شَيْئًا إِلَّا إِلَى اللَّهِ“ یعنی خدا کی قسم اس کی قیمت ہم خدا سے ہی لیں گے۔ قرآن کی آیت ہے لَنْ تَمْلُؤَا الْاَرْضَ اِلَّا بِالْحَقِّ (تم نیکی اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو) یہ نازل ہوئی تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ بیسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ پر خود اپنے رشتہ داروں کے لئے وقف کر دیا۔ مسجد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کی اپنے حصہ کی زمین وقف کرنی چاہی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنْ شِئْتَ جَسَتْ اَنْفُسُكَ لِقَتْلِهَا“ یعنی اگر چاہو تو یہ شرط لگا دو کہ جائیداد کی رعیت میں تبدیلی کے بغیر اس کے منافع سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ (اسی بنا پر ایسی جائیدادوں کے بارے میں علماء نے مباحث کیے ہیں کہ ان کو طبع میں دنیا ورثت میں تقسیم یا مستقل کرنا بھی اصل میں بدلی ہے اور ناجائز ہے۔ وقف کی حفاظت اور انتظام سے متعلق قرآن و حدیث نے بڑے دور رس

احکام دیئے ہیں۔ ان میں ادنیٰ تر میم یا ڈھیل وقت کے غنیم مقصد کو ہی ختم کر دی گئی جبکہ اس روایت نے مسلم معاشرہ کو حکومت اسلامیہ سے بے نیاز ہو کر ہر دور میں توانائی اور زبردست طاقت عطا کی ہے۔

عمومی جائزہ

اب تک کی بحث و گفتگو کے بعد آپ غور کریں گے۔ تو یہ محسوس ہو گا کہ اسلامی قانون نے مسلم معاشرہ کی بقا اور استحکام کا کیسا نظم کیا ہے۔ معاشرہ کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک طرف تو مرد و عورت کے دائرہ کار کو متعین کیا۔ قوم کی سب سے چھوٹے یونٹ (سلاہر) ”خاندان“ میں خود ہی خاندان کا ناظم مقرر کیا مرد کو کچھ اختیارات دیئے لیکن فرائض کے ساتھ۔ اس کے بعد نظام وراثت کے ذریعہ تقسیم دولت اس طرح کی کہ وہ چند لاکھوں میں سمٹنے کے بجائے تمام افراد خاندان کو توانائی پہنچے۔ تالیخ میں پہلی بار عورت کے معاشرتی حقوق قائم کئے مرد کو دو گنا حصہ دیکر تقریباً مصارف کا بار اٹھانے کے لائق بنایا۔ عورت کو ایک حصہ دیکر اس قابل کیا کہ چاہے تو تنہا زندگی گزارے لیکن نکاح کی ترغیب اس طرح دیدی کہ نکاح کرے۔ تو اسی کا حصہ محفوظ ہوگا۔ اور اس کے مصارف شوہر کے ذمہ ہوں گے۔ ان احکام کو جس پہلو سے بھی دیکھو ان میں مسلم سماج کی مضبوطی اور استحکام کا سامان ملے گا۔ وہ افراد جن کے ورثہ دہندگان نہ ہوں یا وہ افراد جنہیں وراثت میں کسی طور پر حصہ نہ ملا ہو ان کے حقوق میں بظاہر قانون وراثت کا، یہ ضلّاء و ضعیف اور وصیت کے ذریعہ دولت کو اٹھ تک پہنچانے کی دوسری تدبیریں جاتلیں۔

مسلم پرسنل لائے نظام کی ہر کڑی رد و سری کر دی سے واجبہ ہے اس کی مسلوحتوں کا تفصیلی بیان کسی اور موقع کئے چھوڑتے ہوئے یہاں ہم کہنا چاہتے ہیں کہ عقل و حکمت سے بھرپور یہ قانون قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اس کی کسی بنیاد کو بدلنے کا اختیار نہ عام مسلمانوں کو ہے نہ ان کے علماء کو، اس میں تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ سے انکار کر دیں۔ یعنی یہ کہ وہ ترک اسلام کریں۔ اگر حکومت یا کسی طبقہ کی فیرا ہٹل ہے تو وہ اپنے مقصد کو صاف صاف ظاہر کر دیں تاکہ مسلمان فریب میں نہ آئے اور محسوس کرے کہ آزادی اس کے لئے ”بتدیعی مذہب“ کا لفظ بھی ساتھ لائی ہے۔

مسلم پرسنل لائے کی سمت دنیائے قانون کا سفر

اسلام آیا تو دنیا کی تہذیبوں، مذاہب کے طرز فکر اور قوموں کے دستور حیات میں شعری اور غیر شعری طور پر بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ اسلامی قانون نے انہوں اور غیروں کے نظام زندگی پر زبردست اثر ڈالا۔ عالمی زندگی کے معاملہ میں اسلام کی اصلاحی تحریک کا یہ اثر تھا کہ عیسائی دنیا جو بائبل میں مسیح کا یہ تعلیم پانچویں قریں کہ ”جیسے خدا نے جوڑا اسے آدمی جدا نہ کرے۔“ (متی ۱۹: ۶) اور ”جو کوئی کو اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑے اور دوسرا بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔“ اس تعلیم کی بنا پر ان کے یہاں کسی بھی وجہ سے یہاں تک کہ غوث اپنے شوہر

کو نہ ہر دے تب بھی مرد و عورت میں ”طلاق“ کی اجازت نہ تھی ”زنا کاری“ کا ثبوت مل جانے پر علحدگی تو ممکن تھی لیکن دوسرا نکان نہیں ہو سکتا تھا وقت آیا کہ سبھی دنیا نے وہی کیا جو ۱۳ سو سال قبل اسلام کو نکپا تھا۔ انگلستان، فرانس، بلجیم، جرمنی، ہالینڈ، آسٹریا، ڈنمارک اور سوئزر لینڈ وغیرہ نے اپنے اپنے مذہبی قوانین سے بغاوت کی انہوں نے نکاح و طلاق مرد و عورت میں عدالتی تفریق اور فسخ نکاح کے بارے میں جو قدم اٹھائے وہ عرب کے ”امی“ کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت کی سمت ان کے قائلے کی جالہ پیائی کا پتہ دے رہے تھے۔ فرانس میں طلاق کے بعد عورت کی عدالت میں سودن اور بلجیم میں دس مہینے مقرر کی گئی جبکہ سبھی دنیا میں اس کا تصور بھی نہ تھا۔ بلجیم، آسٹریا اور سوئزر لینڈ وغیرہ میں خلع کے انداز پر سیاں بیوی کو اختیار دیا گیا کہ عدالت سے باہمی رضامندی سے طلاق کی ڈگری لے سکتے ہیں۔ اسلامی قانون میں چار مہینے تک بیوی کے پاس نہ جانے کی شوہر قسم کھالے اور نہ جانے۔ تو اسے ایلا کہتے ہیں بعض علماء و قوراء طلاق واقع ہونے اور بعض عدالت کی طرف سے اس بات کو طلاق کی بنیاد قرار دینے اور طلاق واقع کر دینے کی صراحت کرتے ہیں جرمنی میں بے تعلق رہنے کا مدت ایک سال ہالینڈ میں پانچ سال اور سوئزر لینڈ میں دس سال اور سویڈن میں ۶ سال کے بعد عورت کو دوسرے نکاح کا حق دیا گیا۔ یہ تمام واقعات اسلامی قانون کی ناقص تقلید ہیں لہذا طلاق اور طلاق کے بعد دوسرے نکاح کا تصور بھی نہ تھا۔ لیکن اس کے بعد نہ صرف یہ کہ طلاق کو قانونی شکل دی گئی بلکہ اسلامی قانون جن جن بنیادوں پر

وفاق، خلع نکاح، خلع، عدت اور دوسرے نکاح کی اجازت دیتا ہے
 ان سب کو کسی طرح قبول کر لیا گیا۔ ہندوستان اور کئی ملکوں میں لوگوں
 کا حق نہ تھا۔ بیوہ دوسرے نکاح نہ کر سکتی تھی سب نے کسی نہ کسی شکل
 میں اسلامی قانون سے اثر لیا۔ ایک ایسا قانون جس نے دنیا کی رہنمائی کی
 ہو۔ اس میں کیا ایسی ناقص عقولوں اور خام دماغوں کو تبدیلی کی اجازت
 دی جاسکتی ہے۔ جو خود رہبری کے محتاج اور گم کردہ راہ ہوں۔

مسلم پرسنل لا۔ سیاست کی زد میں

ر دستور ہند کے رہنما اصول کی دفعہ ۴۴ میں یکساں سول کوڈ بنائے جانے
 کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس لئے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کو ضروری قرار دینے کی
 کوشش ہوتی رہی ہے حالانکہ اس دستور میں مذہبی آزادی کو بنیادی
 حقوق میں شمار کیا گیا ہے رہنما اصول میں شراب بندی کا بھی ذکر ہے۔ مگر
 اس کے باوجود کانگریسی حکومتوں نے بھی دستور کے احترام کو بالائے طاق
 رکھتے ہوئے شراب کی کئی چھوٹ دے رکھی ہے ضرورت پڑنے پر دستور میں
 بارہا ترمیم کی گئی ہے اس لئے یکساں سول کوڈ کی دفعہ کو بھی بدلا جاسکتا ہے
 مسلم پرسنل لا میں تبدیلی سے بے غلط طور پر مسلم ممالک کی مثال دی جاتی
 ہے۔ حالانکہ تین کے علاوہ مسلم پرسنل لا میں کسی نے ترمیم نہیں کی اور ان
 تینوں یعنی ترکی، البانیا اور پاکستان نے بھی اپنے یہاں کی اقلیتوں کے
 پرسنل لا میں تبدیلی کے لئے کبھی کوشش نہیں کی۔ ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا
 نے اور البانیا میں کمیونسٹ حکمرانوں نے اسلام دشمنی میں انتہائی

اقدامات کر کے جو حرکت کا تھی۔ اس کی یاد تازہ کرنا حکومت کو زیب نہیں
دیتا پاکستان پورے مسلم پرسنل لا میں نہیں بلکہ جڑی مسائل میں ترمیم کی
سجے اور جن ایک آدھو ہم مسائل کو چھیڑا گیا ہے۔ ان کی اسلامی قانون
دانوں نے مخالفت کی۔ کہا جاتا ہے کہ قومی یکجہتی کے لئے یکساں سول کوڈ
ضروری ہے۔ حالانکہ ہندو سول کوڈ ۱۹۵۵ء کے باوجود۔ ہندوئوں میں
مطلوبہ یکجہتی پیدا نہیں کی جاسکی اور یکساں مسلم پرسنل لا کے باوجود مسلم
ممالک ایک نہیں۔

قرآن حدیث اور اجماع جو کہ اسلام اور مسلمانوں کی بنیاد ہیں
ان کے علاوہ کچھ مسائل ایسے ضرور ہیں جن میں علماء ضرورت محسوس کریں
تو ترمیم ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ بات حکومت ڈکٹیٹ کرتی جائے اور علماء و مفکرین
دیتے رہیں۔ یہ جبر ہوا۔ مذہبی آزادی اس کا نام نہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ
حکومت کے خیال میں مسلم پرسنل لا کی دفعات مسلم معاشرہ کی پریشانی کا
سبب ہیں۔ تو ہمارے خیال میں اس سے زیادہ تباہ کن فسادات ہیں تعلیمی
سیماندگی ہے بے روزگاری اور بکے علاوہ اور مسائل ہیں۔ ہمدردی
کے نام پر ”اسلام“ میں کٹر بیونت کرنے کے بجائے سامنے کے بہت سے
مسائل ہمارے حکمرانوں کی ہمدردی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کی طرف
توجہ دلوں اور چھا گلا جیسے دو چار خرد نہیں بلکہ پورے ممالک کے
۲۵ سال سے حکومت کو

مترجم کر رہے ہیں اب یہ بات نایب کے حوالہ ہے کہ حکومت مسلمانوں کو
نمائندہ سمجھ کر کن کی بات سنتی اور قدم آگے بڑھاتی ہے۔

مسلم پرسنل لاکے بارے میں چونکا دینے والے جن مسلمان کا بار بار حوالہ دیا جاتا ہے ان میں سے ایک تو ہے تعداد ازدواج کا مسئلہ اور دوسرا ہے برتھ کنٹرول۔ حکومت کے نظریات کیا ہیں وہ تو معلوم نہیں لیکن جن جن حلقوں میں ان دونوں مسئلوں پر دیگنڈہ کیا جاتا ہے وہ کیا یہ نہیں کہتے کہ مسلمان کی کئی بیویاں کرتا ہے اور برتھ کنٹرول پر عمل نہیں کرتا اس لئے اس کی آبادی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اور دوسرے ایک بیوی پر ہی اکتفا کرتے ہوئے برتھ کنٹرول پر عمل بھی کرتے ہیں اس لئے ان کی آبادی گھٹ رہی ہے۔ ان حلقوں کی رائے میں آبادی کے ایک طرف اضافہ اور دوسری طرف کمی کی وجہ سے آبادی عدم توازن کا شکار ہوتی جا رہی ہے اور خطرہ ہے کہ مسلمان بیس سال کے بعد اس ملک پر قبضہ نہ کر لیں۔ اس پر دیگنڈہ کے ساتھ ہی اس بات کو بھی پیش نظر رکھئے کہ کشمیر، آسام، بنگال اور کیرالہ میں مسلمان اپنی آبادی کی وجہ سے ہی حکومت میں اہم رول ادا کرنے کے قابل ہوئے ہیں ان ریاستوں میں مسلمانوں کا موثر رول، کچھ لوگوں کی نظر میں تعداد ازدواج پر پابندی اور برتھ کنٹرول کی طرف رجحان پیدا کر کے ختم کیا جاسکتا ہے۔

مسلم پرسنل لاکے میں بتائی کر کے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مذکورہ چاروں ریاستوں میں آبادی کی کمی کے ساتھ ہی اور دوسری ریاستوں میں بھی یہ اندیشہ باقی نہیں رہے گا کہ کبھی ان میں بھی مسلمان آبادی بڑھا کر با اثر کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

خدا کرے حکومت کے نظریات کچھ اور ہوں مگر فادات میں

مسلمانوں کے بے دریغ قتل ہے، ان کے قاتلوں کی طرف سے مکمل،
 بے پردائی اور الٹی مسلمانوں کی گرفتاری سے ہمیں یہ شبہ ہوتا ہے کہ
 مسلم پرسنل لاہر بندی میں نہ ہونے تک خادات کو اس کا بدلہ بلکہ
 انم البدل مان لیا گیا ہے۔ اس لئے کہ خادات سے نہ صرف یہ کہ آبادی
 پر کنٹرول کا مقصد پورا ہوتا ہے بلکہ مسلمانوں کے بارے میں سمجھا یہ جانا
 ہے کہ وہ ناکارہ، بے اثر، بے حوصلہ اور بہت ہمت ہو جائیں گے
 اور حکومت پر اپنی موجودہ آبادی کا وزن ڈالنے اور سیاست میں
 موثر ردول ادا کرنے کے قابل نہ رہیں گے۔ میرے یہ اندازے محض
 دہم و قیاس ہوں یا حقیقت کی صحیح نقویہ اس کا فیصلہ قارئین ہی
 کر سکتے ہیں، البتہ مجھے اپنے رسالہ کے خاتمہ پر برتھ کنٹرول سے
 متعلق دو باتیں عرض کرنی ہیں ایک مسلمانوں پر یہ اور دوسری
 حکومت سے۔

برتھ کنٹرول ایک بھیاں تک سازش | کسی بھی قوم قبیلہ یا

پارٹی حکومت یا ملک کا اصل سرمایہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان میں
 امتیازی حیثیت رکھتے ہوں، یہ طبقہ ڈاکٹروں، انجینئروں، پروفیسروں
 سائنس دانوں، لیڈروں اور اصحابِ خیر دولت مندوں کی شکل میں
 دراصل قوم ہی نبض اور قومی ترقی کا معیار ہوتا ہے اسکی تعداد کم
 ہو تو قوم مفلس ہے اور اسکی تعداد بہت زیادہ ہو تو گویا قوم با وزن
 ترقی یافتہ اور زمانہ کا ساتھ دینے کے لائق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

قوم کے اس طبقہ کے لئے ”برتھ کنٹرول“ ایک شیطیم سائنس سے کم نہیں۔ بچوں کی تعداد میں کمی بیشی ان طبقوں کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔ یہ تمام طبقات اپنے بچوں کی بہتر طور پر پرورش اور کفالت کر کے ان کو اپنے معیار پر جس آسانی سے لاسکتے ہیں اتنی آسائیاں دوسرے طبقات کو حاصل نہیں مصیبت اور خطرہ کی بات یہ ہے کہ ہر نئی تحریک نئے نظریہ اور نیشن کی طرف بھی یہی طبقے سب سے پہلے متوجہ ہوتے ہیں مسلمانوں میں برتھ کنٹرول کے رائج ہونے کا سب سے پہلا اثر اور نتیجہ یہی ہوگا کہ ان کے خوشحال گھرانے اور پڑھے لکھے طبقے جوئے نئے نیشنوں سے جلد متاثر ہوا کرتے ہیں برتھ کنٹرول کی سمت دوڑ پڑیں اب اگر ان طبقات کو برتھ کنٹرول کی طرف متوجہ کر دیا جائے تو ظاہری طور پر اس کے نقصانات کا مسلمانوں کو اندازہ ہونا چاہیے۔

مثالی کے طور پر ایک خاندان مسلمانوں کو اپنے شہر میں ڈاکٹر دے سکتا تھا تو برتھ کنٹرول کے بعد اب اس کی طرف سے مسلم معاشرہ کو چارچھ ڈاکٹر ہی ملیں گے۔ ایک انجینئر خاندان اپنے بن بوسے پر ۱۵ انجینرز دے سکتا تھا تو اب وہ چارچھ انجینرز ہی دے سکے گا۔ اسی پر دوسرے طبقوں کو قیاس کر لیجئے اس لئے مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے کہ برتھ کنٹرول کا مطلب ان کے حق میں صرف یہ ہے کہ ایسے افراد کم پیدا ہوں جو ان کے دل و دماغ کی حیثیت رکھتے ہوں۔ وہ ڈاکٹر ہیں انجینر ہیں سائنسدانوں پر و فیسروں اور ادیبوں مصنفوں اور خوشحال افراد کی تعداد سے آہستہ آہستہ محروم ہوتے

جائیں یہاں تک کہ ان کے پاس کروڑوں کی بھرتی ہو لیکن وہ افراد خال
 خال ہی رہ جائیں جنکی کئی پیشی پر دراصل قوم کا درد دار ہوا کرتا ہے ۔
 کسی شہر میں مسلمانوں کے نمایاں ترین دس بیس افراد کو قتل کر دیا جائے
 تو سوچئے کہ کیا اس شہر کے مسلمان یتیم نہ ہو جائیں گے پھر اگر برٹھ کنڑوں
 کا زہر دیکر ایسے افراد کی پیدائش کا ہی سدباب کر دیا جائے تو بتائیے
 کہ یہ مسلمانوں پر احسان ہو یا یہ ایک عظیم ظلم اور ایسی ہیجان انگیز سازش
 ہے جس کے نتائج بدکا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے ۔

شاید

حکومت جو بات مجھے کہنی ہے اسے
ایک لطیف حکومت کی بارگاہ میں

لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں میں برٹھ کنڑوں کا سواج
 دراصل سوشلزم جمہوریت اور سیکولرزم تینوں کے منافی ہے سوشلزم کا
 یہ اثر ابھی ہم دیکھ چکے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس زیادہ زمین تھی ان سے
 زمینیں لیکر غریبوں میں تقسیم کرنے کا قانون بنایا گیا تاکہ معاشی طور پر
 سادات پیدا کی جائے اور بڑے کسانوں سے زمین کی وہ مقدار لی جائے
 جو معاشرہ میں نابرابری کا ثبوت بننے کے ساتھ ہی بڑے کسانوں کو غریبوں
 کے استحصال کے قابل بناتی ہے دولت ہر اس چیز کا نام ہے جو زندگی کے
 میدان میں جینے کی طاقت فراہم کرتی ہو اور نفع بخش ہو آبادی بھی ایک
 عظیم دولت ہے زمین کی طرح سوشلزم کے تقاضے کی وجہ سے برٹھ
 قوم سے ان کی آبادی چھین کر کم تعداد والی قوم کو ”آبادی“ دینے کا
 ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ بڑی آبادی والی قوم پر زیادہ بچے پیدا

کرنے کی صورت میں ٹیکس یا جرمانے عائد کئے جائیں ان کی سہولتوں میں کمی کیجئے۔
 اور وہ طبقے جسے مسلمان سکھ عیسائی اور دیگر آبادی کم ہونے یا دیگر بچے پیدا کرنے پر
 ان کی حوصلہ افزائی کیلئے سہولتوں اور الفاٹا سے کام لیا جائے حقیقی سوشلزم
 کا یہی راستہ ہے۔ برصغیر کو سیکولرزم کے خلاف اسلئے ہے کہ کس مذہب پر
 مہر حاکمیت اور دوسرے مذہب کو محکومیت کی پوزیشن سے نہیں بجایا جاسکتا اور
 اس صورت میں حقیقی سیکولرزم وجود میں نہیں آسکتا۔ اب جمہوریت
 کو لیجئے امریکہ یا برطانیہ میں جمہوریت وہاں ایک ہی مذہب کے ماننے والے
 صرف عیسائی ہیں اور ان کی اقلیت و اکثریت بدلتی رہتی ہے ہندوستان میں
 بدلتی رہنے والی اقلیت اور اکثریت کے بجائے جامد (dead) اکثریت
 اور جامد اقلیت ہے کوئی پارٹی بھی برسرِ اقتدار ہو حکومت اسی مذہب کی
 ہوگی جس کے ماننے والے اکثریت میں ہیں مسلمان سکھ عیسائی جین پارسی وغیرہ
 فرداً فرداً خواہ اقتدار تک پہنچ جائیں لیکن قومی حیثیت ان کو حکومت میں
 ویسی بالاتری حاصل نہیں ہو سکتی ہے جیسا کہ مثلاً ایک خاص مذہب کو حاصل ہے
 اسلئے حقیقی جمہوریت لانے کا تقاضا بھی یہ ہے کہ بچوں کی زیادہ پیدائش پر
 اقلیتوں کو حوصلہ افزائی اور جامد اکثریت کی حوصلہ شکنی ہو تاکہ ہر ایک اقلیت
 کو ملک اور حکومت کی خدمت کا موقع مل سکے۔

مسلم پرسنل لاپرواہی کے لئے میری یہ تجویز جس کا مقصد حقیقی سوشلزم حقیقی
 سیکولرزم اور حقیقی جمہوریت لانا اور ملک کو نعرہ کے دور سے نکلنا حقیقی معنوں
 میں سوشلسٹ سیکولرٹ اور ڈیموکریٹک ملک بنانا ہے کیا صریح ایک لفظ ہے ؟
 اس کا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔